

مَلِكُ الْعَالَمِينَ وَصِيَّةُ عَلَى كُلِّ مَسْأَلَةٍ



# اصول السماع



دار المعرفه  
غزوة سواد  
عظيم حكيمة  
لا يور

الحمد لله والمنة كتاب مستطاب المسمى به

## اصول التماع

مؤلفه حضرت علامہ فخر الدین صاحب زادہ سی و ہومی خلیفہ خاص  
حضرت محبوب الہی خواجہ نظام الدین بدایونی قدس سرہما و

## مسئله التماع

مؤلفہ عارف باللہ حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی

حضرت مولانا مفتی غلام محسن الدین نمبریں اشرفی المتولد  
۱۳۲۱ھ

یکے از مطبوعات

ادارہ تحفہ ضریح / سواد اعظمی / موحی گیت  
لاهور

مطبعة تعلیمی پرنٹنگ پریس لاہور

قیمت پچاس پیسے

## مصنف کا مختصر تذکرہ

”الاجاز“

سندہ المحققین شیخ محمد عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تصنیف کتاب  
 میں حضرت مولانا فخر الدین زراوی رحمۃ اللہ علیہ کے تذکرہ میں ارشاد فرماتے ہیں کہ  
 آپ سلطان المشائخ محبوب الہی شیخ نظام الدین اولیاء دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء  
 میں سے بزرگ، جامع علم و تقویٰ، صاحب ذوق و عشق اور دینی امور میں صلابت تامہ  
 رکھتے تھے، اور آپ بڑی عظمت کاملہ والے بزرگ تھے آپ نے اپنی ابتدائی عمر میں شہر دہلی میں  
 مولانا فخر الدین دکنوی قدس سرہ کے سامنے تحصیل علم کیا۔ اہل شہر میں پچیس شہسوار، نکتہ سنجی  
 اور فصاحت و بلاغت میں ممتاز شہرت کے مالک تھے۔ پھر آپ نے شیخ المشائخ شیخ نظام الدین  
 محبوب الہی رحمۃ اللہ کی ارادت قبول کر کے خلافت حاصل کی اور طالب علموں کے زمرہ  
 سے نکل کر درویشوں کی لڑی میں منسلک ہو گئے اور غیاث پور میں سکونت اختیار فرمائی  
 اور مرشد برحق محبوب الہی رحمۃ اللہ کے وصال کے بعد دہلی میں دریا سے جون کے کنارے  
 ایک محلہ میں جسے اب فیروز آباد کہا جاتا ہے مشغول ہدایت و عبادت ہو گئے پھر آپ نے  
 اخیر شریف جاکر خواجہ غریب نواز ولی الہند حضرت معین الدین بھجری رحمۃ اللہ کی زیارت کی  
 پھر شیخ فرید الدین قدس سرہ کی زیارت کی۔ آپ اپنا زیادہ وقت سفر میں گزارتے، اور  
 صحرا و دیابانوں میں عبادت الہی میں مشغول رہتے اور ہمیشہ روزہ دار رہتے تھے،  
 آپ آخر عمر مبارک میں خانہ کعبہ کی زیارت کے لیے گئے تو وہاں سے بغداد و شریف تشریف لے  
 گئے وہاں آپ نے بڑے بڑے علماء کرام سے علم حدیث میں بحثیں فرمائیں اسکے بعد اپنے وطن  
 دہلی کے شوق نے مجبور کیا تو کشتی میں سوار ہو کر واپس ہونے لگے اثنائے سفر میں وہ کشتی غرق  
 ہو گئی اور حضرت مولانا فخر الدین زراوی قدس سرہ نے درجہ شہادت حاصل کیا (مختصراً)  
 حضرت مولانا فخر الدین زراوی قدس سرہ سماع سے نہایت شوق رکھتے تھے اور  
 سماع سے آپ پر جگر سوز گریہ اور رقت اندوز وجد و حال طاری ہوتا تھا۔ سیر الاولیاء

میں ہے کہ ایک رات "حوض خاص علانی" میں مجلس سماع تھی اس مجلس میں مولانا حسام الدین ملتانی خلیفہ حضرت سلطان المشائخ محبوب الہی قدس سرہ اور قوال موجود تھے، جب سماع شروع ہوا تو مولانا پر عجیب حال طاری ہوا اور گریہ کا استقدر غلبہ ہوا کہ آپ کی آواز بندھ گئی اور پاؤں کے دونوں انگوٹھوں پر وجد فرمانے لگے اور مولانا حسام الدین ملتانی نے بھی اپنی جگہ سے جنبش کی اور قوالوں کے نزدیک ہو گئے ان دونوں بزرگوں کے فو وق مشفق نے حاضرین مجلس پر عجیب اثر کیا۔ ایک دفعہ اسی طرح پر حوض سلطان دولت آباد کے کنارے مجلس سماع تھی اور قوال یہ اشعار پڑھ رہے تھے

تو بادشاہ صینی و خواہستم اینست کہ شغل روتے نہی بر رت مرا باشد  
ندام این دل گمراہ را کہ فتونی داد کہ بت پرستی در عاشقی روا باشد

مولانا فخر الدین زراوی قدس سرہ پر استقدر گریہ طاری ہوا کہ پلوں کے نیچے کی جگہ سُرخ ہو گئی۔ مولانا قدس سرہ مرتبہ اجتہاد کا رکھتے تھے ایک مرتبہ آپ طلباء کو ہدایہ پڑھا رہے تھے تو اپنے احادیث متمسکات ہدایہ کو چھوڑ کر براہ راست احادیث صحاح سے بطور تمسک بیان کرنا شروع کر دیا جس پر مولانا کمال الدین اور دیگر علماء نے اس تبحر علمی پر تحسین فرمائی۔ مولانا قدس سرہ بحث میں کبھی مسامت نہ فرماتے تھے، خواہ اسی کے مقابل کتنا ہی بڑا عالم، علامۃ العصر ہی کیوں نہ ہو اور بلا الزام نہ چھوڑتے تھے اگر مقابل کچھ بحث کرتا یا طعن و تشنیع پر اتر آتا تو درویشوں کی خصلت و عادت کے مطابق برداشت فرماتے اور اٹھ جاتے تھے۔

آپ نے حلت سماع میں ایک رسالہ مسمیٰ بہ "اصول السماع" عربی میں مجتہدانہ شان سے تالیف فرمایا، جس سے آپ کے تبحر علمی کا کمال ظاہر ہوتا ہے چنانچہ اس کا ترجمہ کر کے پیش کیا جاتا ہے۔

فقیر اشرفی غلام معین الدین نعمی غفرلہ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله الذي خص الاولياء بحسن الاسماع واطياب سرائرهم  
ملطائف المخاطب عند السماع واسمع قلوبهم كلامه القديم  
يكشف القناع والصلوة على سيدنا محمد سيد الانبياء بالاجماع على

## ألسا واتباعه - المقدمة

اعلم ان اهل السنة والجماعة ثلثت فرق الفقيهون والمحدثون  
والصوفيون فالفقهاء سوا المحدثين اصحاب الظواهر لانهم يعتمدون  
بجور الخبر ويطلبون الاسناد الصحيح وهم سواهم اهل الراي لانهم  
يعتمدون بالراي ويتكفون الخبر الواحد فعندهم العمل بالدراية مع  
وجود المخالفة الخبر الواحد عن الثقات جائز وعند المحدثين لا يجوز  
والصوفية ابور الفرقين واصفاهم لانهم يتوجهون الى الله تعالى  
بترك الثقات عما سواي الله تعالى فهم يعملون بالمدح والايحوط ولا  
يقبلون مذهب المعين كما قال بعضهم الصوفي الامدح بلسان ويتسكون  
بقوله عليه الصلوة والسلام اختلف امتي سحت في الدين فاذا كان الاختلاف  
توسيعاً فاختار المذهب المعين تصديق وتفتيق الموسع ممنوع في الدين لانه  
خرج في حق المكلف وكذلك منع النبي صلى الله عليه وسلم اعرابي  
حين دعي اللهم ارحمني وحمد ولا يرحم معنا احداً القديحرت واسعاً  
فتبت اختيار المذهب المعين ليس بشيء وهو طريق العوام ويؤكد  
الكتاب والسنة وجميع عليهما المحققون هـ فالكتاب هو قوله تعالى فاسئلوا  
اهل الذكر ان كنتم لا تعلمون هـ والامر بالسؤال من غير تعيين يدل  
على ان اختيار المذهب المعين بدعت - واما السنة فتقوله عليه الصلوة  
واسلام الصحابي والنجوى يا ايها الذين آمنوا اذكروا ما اتاكم الله يتق - فالامر الاقتداء

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ وفضل علی حبیبہ الکریم  
 اللہ تعالیٰ ہی تمام تعریفوں کا مستحق ہے جس نے اولیاء کرام کو حسن سماع عطا فرما کر بوقت سماع انکے دلوں کو طائف سے مخاطب کر کے مسرور فرمایا اور اپنے قدیم کلام سے کشف حجاب کر کے ان کے قلوب میں قوت سماعت بخشی اور اللہ تعالیٰ اپنی بے پایاں رحمتیں بالاجماع سید الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی آل و اتباع پر نازل فرمائے۔

**مقدمہ** اے طالب حقیقت! تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ اہل سنت و جماعت کے تین مکتب فکر ہیں، ایک جماعت فقہاء کی ہے اور دوسری جماعت محدثین کی ہے اور تیسری جماعت صوفیاء کرام کی ہے۔ چنانچہ فقہاء کرام نے محدثین کا نام اصحاب ظواہر رکھا ہے، اس لیے کہ محدثین صرف حدیث پر اعتماد رکھتے ہیں اور اسکی سند صحیح کے متلاشی رہتے ہیں اور محدثین نے فقہاء کا نام اہل الرائے یعنی صاحب قیاس رکھا ہے کیونکہ فقہاء قیاس پر عمل کرتے ہیں اور خبر واحد کو چھوڑ دیتے ہیں لہذا فقہاء کے نزدیک ڈرایت "پر عمل جائز ہے اگرچہ اس سے ثقہ راویں سے مروی خبر واحد کی مخالفت موجود ہو اور ایسی مخالفت محدثین کے نزدیک جائز نہیں ہے لیکن صوفیاء کرام کا مسلک بمقابلہ فقہاء و محدثین کے زیادہ عمدہ اور صاف ہے کیونکہ صوفیاء کرام ماسوی اللہ پاک سے ترک تعلقی و التفات کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ ہوتے ہیں لہذا صوفیاء کرام مختلط مذہب پر عمل کرتے ہیں اور اختلاف مذہب سے اجتناب کرتے ہیں (مثلاً فقہاء کے نزدیک ایک شے حرام اور محدثین کے نزدیک حلال ہو یا اسکے برعکس مسک ہو، تو صوفیاء کرام اس شے کو ہی چھوڑ دیں گے مترجم) جیسا کہ بعض صوفیاء کا قول ہے کہ صوفی کا کوئی مذہب نہیں ہوتا (اسکے ہی معنی ہیں کہ وہ اختلاف میں نہیں پڑتے اور احتیاط بہتے ہیں) وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد پر عمل کرتے ہیں کہ میری امت کیلئے دینی مسائل میں اختلاف کی گنجائش ہے پھر جبکہ اختلاف کی گنجائش ہے تو پھر مذہب میں اختلاف کرنے میں تنگی ہے اور کشادگی کو تنگ کرنا دین میں ممنوع ہے

كامر السؤال في ترك الاختيار - واما الاجماع فهو ظاهر لان النظر في  
اقوال العلماء المجتهدين واجب حتى يثبت العاقل دليل الرأى حجج من المرجح  
والقوى من الضعيف لزاماً في الرشد في الاصول وهو طريق طلب العلم  
وطيبه واجب بالاجماع لها في المحدث طلب العلم فلهذا على  
كل مسلم ومسلمة - فاختيار المذهب المعين بالتقليد انسداد وهذا  
الباب - والقياس كذلك لكونه ترجيحاً بلا مرجح وحر جاني حق المكلف كما  
ذكر وهو فاذا كان الصوفية في مذهب غير معين فرأيت الفقهاء عليهم  
ليس بحجة فافهم واستمع فيها انا شرعت في توضيح السماع وابطاحتها  
وصنفت كتاباً باصول ورتبتها على عشرة اصول واعرضت عن زيادتها الفصول

## الاصل الاول في بيان حقيقة السماع صيغته ولغته واصلاً

السماع نطق مشترك وهو عند البعض الاسم الجامد كما في تاج الاسامي  
السماع السرور وعند الأكثر هو المصدر بمعنى السمع واستعمل في السمع  
يقال هذا الكتاب سماع اي مسموع - اما الاصطلاح فهو المسموع المطبوع  
المجموع من الصوت الحسن وكلام الموزون حتى ينصرف الفهم عند  
الاطلاق على ذلك وفي هذا الاصطلاح مراعات المعنى الغوي وهو الاصل  
والسماع دون الغناء لانه استماع الاشعار التي تكون في ذكر الغواني مع  
حسن الصوت والغواني هي النساء التي يتغير هي بالحسن عن الزينة كما اشار اليه  
الشيخ العارف ابو طالب المكي في "قوة القلوب" ان الاغاني ما تشبثت بها النساء  
ووضعن به شهيد فافهم ودعي الى الهواء والشوق الى الهواء وقول حجة  
لاستفاضة علمه في لغته العرب وكمال ورعة فالسماع لا يحرم لجرمته  
ابداً الا ترى انه لو قسم احد ان لا يأكل اللحم فان كل لحم السمك

اس لیے کہ یہ مکلف کے حق میں ضرر رساں ہے اس کی ایک مثال یہ بھی ہے کہ نبی کریم  
 صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بدوی کو منع فرمایا جب اس نے یہ عماما لگی کہ اے خدا  
 مجھ پر اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر رحم کر اور ہمارے ساتھ رحمت میں کسی کو شریک نہ کر  
 حضور نے فرمایا تو نے خدا کی وسیع رحمت کو تنگ کر دیا۔ تو ثابت ہو گیا کہ مذہب معین کا  
 اختیار کرنا (مجتہدین اور صاحبان فکر و قیاس کے لیے) کوئی ضروری نہیں ہے یہ طریقہ تو عوام  
 کا ہے کیونکہ عوام پر مذہب معین کی تقلید واجب ہے اس کی تائید کتاب و سنت سے ہی ہوتی  
 ہے اور اس پر تمام محققین کا اجماع بھی ہے چنانچہ ثبوت از کتاب الہی پر یہ فرمان باری ہے  
 کہ فَاسْتَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ (اگر تمہیں علم نہ ہو تو اہل علم سے دریافت  
 کرو) چونکہ دریافت کرنے کا حکم غیر متعین ہے تو یہ ولادت ہے کہ اختیار مذہب معین  
 (جہاں عوام پر واجب ہے، وہاں مجتہدین کے لیے) بدعت ہے اور ثبوت از سنت نبوی پر  
 حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ اصحابی کا انجوم باہم اقتدا یقیناً امتداد  
 (میرے اصحاب ستاروں کی مانند ہیں جنکی بھی پیروی کرو گے راہ یاب ہو گے) تو یہ پیروی  
 کرنے کے حکم کی ولایت بھی سوال کرنے اور دریافت کرنے کی مانند ہے اب ثبوت  
 از اجماع اتویہ ظاہر ہے اس لیے کہ علماء و مجتہدین کے اقوال میں غور و فکر کرنا واجب ہے تاکہ ہر علم  
 و عقل راجح و مرجوح اور قوی و ضعیف میں تمیز کر سکے اور رشد و ہدایت اصول میں زیادہ  
 ہو سکے یہی طریقہ طالب علم کے لیے تحصیل علم کا ہے جو کہ بالا اجماع واجب ہے جیسا کہ حدیث شریف  
 میں وارد ہے کہ ہر مسلمان مرد و عورت پر تحصیل علم (دین) واجب ہے لہذا صاحبان  
 فکر اور مجتہدین کے لیے (بطور تقلید مذہب معین کا اختیار کرنا قیاس و اجتہاد کے  
 دروازہ کا بند کرنا ہے اور ایک وجہ یہ بھی ہے کہ مکلف کے حق میں ترجیح بلا مرجح اور  
 ضرر کا موجب جیسا کہ مذکور ہوا۔ اب جبکہ تم نے یہ جان لیا کہ تحصیل معرفت الہی میں  
 صوفیا کرام کا مذہب غیر معین ہے تو اس خصوص میں فقہاء کی روایت ان پر حجت  
 نہیں ہے اس کے بعد اب سزا اب میں سماع کی وضاحت اور اس کی اباحت میں

لا تحت هند ابني حفيظة رحمة الله لان اسم المحمد عن الالتحام وهي الشدة  
والالتحام فيه غير موجود فلا يدخل في حكمه حقيقةً فكذلك السماع ينحصر <sup>ح</sup>  
عن حكم الغناء اذا سمع ليس من ذكر الغواني فالسماع مطلق والغناء مقيد <sup>مطلق</sup>  
خارج عن حكمه المقيد فاذا كان السماع فارغاً عن حكم الغناء فهو مباح بالاتفاق  
لانه الموزون مجموع من الصوت الحسن والكلام الموزون واستماعهما جائز في  
الشرع اذا كل واحد منهما حسن الطبع في عتبة -

## الاصل الثاني في استماع الصوت الحسن

الصوت الحسن نعمة زاد الله تعالى في خلق الانسان فحسن آرائه وهو نعمته  
من عنده الذي عبده فهو في نفسه حسن واستماعه مستحسن اذا الله تعالى  
من به على العباد كما جاء في المتزلي ويزيد في الخلق ما يشاء قال بعض المفسرين  
وهو صوت الحسن وقرأ في الخلق وهو من نوارد القوقه واصطفى الانبياء عليهم  
الصلوة والسلام به قال النبي صلى الله عليه وسلم بعث النبي قطول حسن  
الصوت فالتذذ به شكر النعمة وهو واجب لقوله تعالى <sup>وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ</sup> فالحديث يقضي وجوب التذذ والصوت البديع منكر قال الله  
تعالى <sup>أَنكُرَ الْأَصْوَاتِ</sup> بصوت الحميم فثبت ان يقضيه مريضاً اذا شئ يلبس  
بفده ولانه معجز قد لا يدور عليه السلام وهو آية من آيات الله تعالى  
وله تأثير يبلغ في القلوب وكذا الله كان يرفع من مجالس جناز لما روى  
عن الثقات لان داود عليه السلام كان يسمع قراءته الانس والجن  
والوحش والطيور حين قرأ الزبور وكان يرفع من مجلسه اربع مائة  
خبازة من قدمات المستمعين وذكر الترمذي في "نوارد الاصول" باسناد  
عن ابن عباس رضي الله تعالى عنها انه قال داود عليه السلام يقرع الزبور  
بسبعين صوتاً وكان اذا اراد ينكي نفسه لم يبق دابة في بر ولا بحر الا ان

بحث شروع کرتا ہوں اور اسکے اصول میں ایک کتاب لکھ کر اسے دس اصول اور  
بکثرت فضول پر مرتب کر کے پیش کرتا ہوں۔

## اصل اول در بیان حقیقت سماع !

لفظ سماع مشترک ہے (جسکے متعدد معنی ہیں) اور بعض اہل لغت کے نزویک  
اسم جامد یعنی مُسَمَّر و مُسَمَّرت کے ہیں جیسا کہ "تاج الاسامی" میں ہے اور اکثر کے نزدیک  
یہ مصدر یعنی سَمِعَ یعنی سُننے کے ہے جو کہ مسموع یعنی سُنے ہوئے کے معنی میں مستقل  
ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے یہ کتاب سَمَاع ہے یعنی سُنائی ہوئی ہے لیکن سَمَاع کے اصطلاحی معنی  
یہ ہیں کہ یہ وہ مرغوب دل آویز آواز ہے جو صوتِ حسن اور کلامِ موزوں سے مرکب ہے  
یہاں تک کہ جب لفظ سماع کو مطلقاً بولا جاتا ہے تو فہم انسانی اسی معنی کی طرف جاتا ہے  
یہ اصطلاحی معنی اس کے لغوی معنی کی رعایت سے ہے اور یہی اصل ہے۔ درحقیقت  
سماع، غنا یعنی گانے کا بالکل غیر ہے کیونکہ "غنا" ایسے کہا جاتا ہے جو حسنِ صوت  
کے ساتھ مَغْنِیۃ سے اشعار سُننے جائیں اور مَغْنِیۃ اُن عورتوں کو کہا جاتا ہے جو بے پردہ  
اپنے حسن و جمال کی زیب و زینت دکھاتی اور گاتی ہیں جیسا کہ شیخ عارف بالله ابوظہب  
مکی نے "قوت القلوب" میں اس کا اشارہ فرمایا کہ آغانی یعنی گانے وہ چیز ہیں جو عورتیں  
گاتی ہیں اور انھیں اسی لیے وضع کیا گیا کہ وہ خواہشاتِ نفسانیہ کو ابھاریں اور لہو لعب  
شوق پیدا کریں شیخ کا قول حجت مانا جاتا ہے کیونکہ وہ لغتِ عرب کے مسلم ہامر اور  
تقوی و ورع میں کامل مشہور ہیں۔ لہذا غنا یعنی گانا حرام ہونے سے سماع کو ابھی حرام  
نہیں قرار دیا جاسکتا۔ کیا تم نے یہ مسئلہ نہیں دیکھا کہ جس نے قسم کھائی کہ وہ گوشت  
نہیں کھائے گا تو اگر اس نے مچھلی کا گوشت کھالیا تو سیدنا امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے  
نزدیک حرام یعنی قسم توڑنے والا نہ ہو گا اس لیے کہ لحم (گوشت) التحام سے شوق ہے  
جسکے معنی سخت پیوستگی کے ہیں جو مچھلی کے گوشت میں التحام (سخت پیوستگی) موجود ہے

يسمع صوتاً فالصوت الحسن اذا كان معجزة النبي فاستماعه واجب كذلك  
حكم الاستماع السماع اذا حق المعجزة فهو لاظهار والمشااهدة والقبول اما قوله  
عليه الصلوة والسلام صوتان ملعونان صوت بكاء عند المصيبة وصوت مزار  
عزبه نعمته فهو ليل الراحه لان مفهوم الخطاب يقتضي اباحته في غير  
هذه الاحوال والابطال التقييد فانهم -

## الاصل الثالث في المزامير

المزمار آلة توجد بها الاصوات الموزونة وهي بالنظر الى نفسها مباحة كما  
ذكرنا، واما الحرام فقله اخر وهو تذكر شرب الخمر كما روى عن  
الثقات عن النبي صلى الله عليه وسلم ان احرم الخمر المحرم المزمار والناس  
يفضون وقت شربها فحرم ضربها لتذكرهم اياها وهو قبيح لمنى غيره  
فاذا كانت هذه العلة مفقودة يفقد الحرام ضرورة له وهذا اباح من  
الطبل في حرم وب وضرب الشيخ في الاوقات الخمسة وغير ذلك ثبت به  
ان الحكم يتغير العلة واذا كانت النفس منزلة عن الشر وموصوفة بالصفوة  
والذكاء مشاققة الى مشاهدته الله ولقائه فاقصرت المزامير اعيانها  
من الكدر الى الصفاء ومرتفعة عن السفلى الى العلى اذ الصوت الحسن قوة  
الارواح وقوتها في سيران عالم الملكوت ويؤكد قول ذو النون المصري  
حين سئل عن الصوت الحسن فقال تخاضب وانتارات اورعها الله تعالى كل  
طيب وطيبة فاستماعها لها مباح لعدم ان العلة قياسا على ضرب الطبل  
في الحروب الا ترى ان النبي صلى الله عليه وسلم يجوز ضرب الدف في النكاح  
لاعلان كمن جاء في الخبر من الصحاح - اعلنوا النكاح ولو بالدف وفي ايام  
الاعيان والنسب والحد يتعذر الاظهار والطرب الا ان في صوتهم وصفين الاطرب  
والاعلان فالاطرب موقوف على تارة الاعلان تشددت فبالنظر الى هذين

نہیں ہوتی، تو وہ حقیقتاً ایک حکم میں داخل ہی نہیں ہے لہذا یہی حال سماع کا ہے جو کہ غنا کے حکم سے خارج ہے اس لیے کہ غنا، غرائی یعنی گانے والیوں سے سنا جاتا ہے اور سماع میں یہ بات نہیں ہے اس لیے سماع مطلق ہے اور غنا مقید ہے لہذا مطلق مقید کے حکم سے خارج ہوتا ہے پھر جب یہ بات ثابت ہو گئی کہ سماع جو کہ غنا سے خالی ہے، تو اب وہ بالاتفاق مباح ہے اس لیے کہ سماع "محرک حسن اور کلام موزوں سے مرکب و مجموع ہے، اور شریعت میں ان دونوں کا سننا اپنی ذاتی خوبی کی بنا پر ہر ایک کے لیے جائز ہے۔"

## اصل دوم: اچھی آواز کا سننا

صوت حسن (اچھی آواز) ایک نعمت ہے، جب اللہ تعالیٰ نے انسان کی پیداوار میں زیادہ کیا ہے، تو اس کی ادائیگی مستحق ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندہ پر عہدِ نعمت کا افضال ہے اور یہ اپنی ذات میں بھی حسن ہے اور اس کا سننا بھی مستحق ہے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر اس انسان کو عطا کیا ہے جیسا کہ قرآن پاک میں ہے: **وَمِنْ نِّعَمِهِ فِي الْخَلْقِ مَا لَيْسَ لَكَ مِنْ شَيْءٍ عَلَيْهِ** زیادہ فرماتا ہے: **تَلْعَلْ تُمْسِرْنَ فَرَاتِهِ** میں کہ یہ زیادتی میں صوت حسن اور بعض مفسرین نے خلق یعنی پیداوار کی جگہ خلق بعض شخصیت پر لکھا ہے اور یہ قرات بہت ہی شاذ ہے اور اسی سن صوت کیسا تھا نبی و کرام علیہم السلام پر زیادہ فرماتے گئے ہیں چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **لَعَلَّ لَكُمْ مِنْ شَيْءٍ عَلَيْهِ** انبیاء کو حسن صوت کیسا تھا مبعوث کیا گیا ہے، تو اس سے مطلقاً زیادہ نیک اور پاک ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **وَمَا يَعْزِمُ رَبُّكَ عَذَابَهُ** تم اپنے رب کی نعمت پر خوش رہ کر دو، لہذا حدیث پاک کا اقتضائے ہے کہ تہذیب و ادب کے اور صورت و قیاس یعنی مکروہ آواز، تو نا پسندیدہ ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **أَنْكُرُ الْأَصْوَاتَ الْفَحْشَاءَ**

وصفي ابا ج السماع النبي صلى الله عليه وسلم وبه فيها ودينه عن النبي  
 يقاس عليه اذا حس منهم موجوده بوجود العلم في فقد فانها موقورة ونقد  
 الاستدلال على الامام الغزالي اصوات المزامير على اصوات الطيور والى يكون  
 لها حسن الترتيب ويا ج استماعها فبذلك يسمع بعض المغلو بين السماع المزامير  
 في غلبات الشوق واما سماع مشايخنا رضي الله تعالى عنهم فبهم من هذه الشهادة  
 فهو مخرج صوت القوال مع الاشعار المشعرة من كمال صنعت الله تعالى :-

### الاصل السابع في شعر

الشعر كلام موزون مشعر عن المعاني الدقيقة يعبر عن له لطيف الطبع  
 فهو اذا كان في المدح والالحكمة وشرح صنع الله تعالى فاقع في طلب السماع  
 ويمهد والشوق الى الصانع كما جاء في الخبرات من الشعر الحكمة ما هو  
 فيه من الفوائد وقع في الفوائد موزون نيتا فهي حكمه جانفة لا يثر القلوب  
 والطبع الموزون من مواهية تعالى يؤتيه من يشاء لا صنع فيه انصبا كالصوت  
 الحسن بل هو اشرف منه لانه صفة مخصوصة بالانسان وفي الصوت  
 الحسن مشاركة مع انطير وما دونها من المزامير فهو انما لنفسه مخصوصة  
 من عند الله تعالى الى عبده فلا قيل في نفسه اصلا الا ترى ان النبي صلى الله  
 عليه وسلم ابرح حسان بن ثابت لا نشاء حتى ينشئ الشعر في مجلسه  
 الشريف وينشد وضع المنبر حين الشاه وقال اجمع يا حسان وروح القدس  
 مطلع كما ذكر القشيري في هذا الخبر في كتابه بالاستناد الصحيح فاذا كان  
 الشعر من اثر الوحي فلا سبيل لانكاره ويؤيد ذلك قول النبي صلى الله عليه  
 وسلم ان الله تعالى كنز تحت العرش للانسان منه تميمها السنة الشعر أعز وهذا  
 مما هو النبي صلى الله عليه وسلم الحكمة كالشرع لان نزول من مقامه العالي  
 فثبت ان حسن المعنى في عينه كهو فلا قيل في الانعراض في المواضع |

یعنی سب سے بڑا آواز گدھے کی آواز ہے تو ثابت ہوا کہ اس کی نقیض یعنی حسن صوت محمود و پسندیدہ ہے اس لیے کہ ہر شے اپنی ضد و نقیض سے پہچانی جاتی ہے اور ایک دلیل یہ بھی ہے کہ سیدنا داؤد علیہ السلام کا یہ معجزہ تھا اور خدا کی نشانیوں میں سے حسن صوت خدا کی ایک نشانی تھی اور اس کی تاثیر قلوب میں بہت تھی اور یہی سبب ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کی مجلس سے بکثرت جوازے اٹھائے جاتے تھے، جیسا کہ ثقہ راویوں سے مروی ہے کیونکہ زبور کی قرأت کی وقت حضرت داؤد علیہ السلام کی آواز انس و جن اور وحش و طیور سب سنتے تھے اور آپ کی مجلس میں چار سو سامعین کی مردہ لاشیں اٹھائی جاتی تھیں اور حکیم ترمذی "فوائد الاصول" میں بروایت ابن عباس رضی اللہ عنہما نقل کرتے ہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام نشر آواز دس زبور کی تلاوت کرتے تھے اور جب آپ اس میں روتے، تو خشکی و تری کا کوئی جانور ایسا باقی نہ رہتا جو آپ کی آواز پر روتا نہ ہو۔ معلوم ہوا کہ جب حسن صوت کا معجزہ ہے تو اس کا سننا بھی واجب ہے ہی حکم حجاج کے سننے کا ہے۔ کیونکہ معجزہ کے حقوق میں سے ہے کہ اسے ظاہر کریں، مشاہدہ میں لائیں اور قبول کریں۔

اب رہا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ دو آوازیں ملعون ہیں ایک مصیبت کے رونے کی دوسری خوشی کے وقت مزامیر یعنی باجے کی تویہ دلیل اباحت کی ہے کیونکہ خطاب کا مفہوم، اس کے مہوار و دوسری صورتوں میں اباحت کا مقتضی ہے، ورنہ تخصیص کا بطلان لازم آتا ہے۔ فادھم

## اصل سوکا در بیان مزامیر

مزار بجانے کا ایک آلہ ہے جس سے نوزوں آواز پیدا ہوتی ہے، کیلئے باعتبار اپنی ذات کے مباح ہے جیسا کہ بیان گزر چکا لیکن شریعت میں اسے حرام قرار دینے کی علت اور سبب ہے اور وہ علت و سبب شراب پینے کی یا دلدانا ہے

القلبية كالحش والاستماع وتزني المخطورات الشرعية والجهل لرسول الله <sup>صلى الله عليه وسلم</sup> وطعن الذين كما فعل الشعراء الذين عن الكفر قد والفجوة في زمان رسول الله صلى الله عليه وسلم وقوله تعالى والشعراء يدعونهم الغافن ه محمول عليهم لا على الشعراء فلذين يكون في شعرهم شعائر الدين اذ الاشعار النصيحة مروية عن اكثر الصحابة رضي الله تعالى عنهم والدليل الظاهر عليه ان الاشعار لم يقد التذنب بين يدي رسول الله صلى الله عليه وسلم بل هو المتذنب لها وهو

دليل الظاهر الاجابة فافهم

## الاصول الخامسة في صوته الحسن وكلام الزن وفي المصاحف

فاذا ثبت ان سماع صوته الحسن والشعر المشعر من صنعت الله تعالى جاز فثبت ان السماع ما ح اذا اجتماع الحسن مع الحسن يوجب زيادة الحسن فيها فهو حسن واستماع مستحسن ويشتر اليه قولها عليه اسلام زينو القرآن باصواتك فان الصوت الحسن يفي يد القرآن حسنا فاذا القرآن حسن في نفسه وادائه بصوت الحسن سبب لزيادة الحسن فيه لا يقع في قلب السامع فاذا كان الشعر موافقا لمضاهمه فدل خل في حكمه ايضا فهو لا يخلو عن المعين فاما في الموعظة المحسنة فاستماع حسن بالاتفاق واما في صفة الجرد والامر والنساء الحسناء فهو محمول على اشعار حسن الحوار والفهم ان فاستماعه مستحسن ايضا لا تنولق المؤمن الى الاخوة وصوت الحسن يوكده عند الاستماع يوجب زيادة التوشيق اليها وهو حسن ولاننا سمع النبي صلى الله عليه وسلم قصيدة كعب ابن زهير في صدره ما ذكره حسن المرأة فنعين استماعها كما قال الشعر بان سعاد فقلبي اليوم مبتول الى هذا ايقاع مقبلة عجزاء مدبرة وفيه صفة عجزاء فثبت ان ذكر المصنوع لامر والنساء جائز في الشرع استماعه بالصوت الحسن مستحسن لان سماع النبي صلى الله عليه وسلم بانقبول وقال من حفظ هذه القصيدة فله الجنة ورواية انه صلى الله عليه وسلم

جیسا کہ ثقہ راویوں نے بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث مروی ہے کہ جب شراب حرام

قرار دیدی گئی، تو مزاجیہ کو بھی حرام کر دیا گیا، کیونکہ لوگ شراب پیتے وقت اسے بجاتے تھے تو اسکا  
 بجانا خصوصیت سے شراب بادولانے کی بنا پر حرام کر دیا گیا تو اسکی قباحت، اسکے غیر  
 کی وجہ سے ہے، پھر جب اسکی علت ناپید ہو تو احوالہ حرمت مزاجیہ بھی مفقود ہوگی۔  
 اسی وجہ سے جنگ کے وقت فقارہ بجانا اور اوقات حسنہ میں شیخ (رفہ) کا بجانا اور  
 اسی قسم کے دیگر باجے مباح ہیں۔ اب ثابت ہو گیا کہ علت کے مٹنے سے حکم بدل جاتا ہے  
 پھر جس وقت کہ انسان کا نفس لہو و لہب سے پاک پاکیزہ صفات سے مصطف اور بیدار مشاہدہ  
 الہی کا مشاق ہو، تو اس وقت مزاجیہ کی آواز، کہ ورت سے صفائی کی طرف اور پستی سے  
 بندی کی طرف ابھارتی ہے۔ اس لئے کہ صوت حسن، عالم ملکوت کی سیر میں ارواح کی غذا  
 ہے اس کی تائید حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول بھی کرتا ہے، جب اُن  
 سے کسی نے صوت حسن کے بارے میں سوال کیا، تو فرمایا یہ خطاب و اشارہ ہے جسے  
 اللہ تعالیٰ نے ہر پاک مرد اور پاکیزہ عورت میں دلچسپی فرمائی ہے تو صوت حسن کا۔  
 سننا ہر مرد و عورت کے لیے مباح ہے کیونکہ حرمت کی علت مفقود ہے اور اصل جنگ  
 پر اسے قیاس کرنا چاہیئے، کیا تم نے نہیں دیکھا کہ بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان  
 نکاح کے لیے دف بجانے کو جائز قرار دیا ہے، جیسا کہ صحاح کی حدیث میں آیا  
 ہے کہ نکاح کا خوب اعلان کرو اگرچہ دف کے ساتھ ہو۔ اور ایک اور حدیث میں  
 عیدین اور دیگر خوشی کے دنوں میں اظہار مسرت کیلئے اس کا جواز آیا ہے۔ باخبر رہنا  
 چاہیئے کہ دف کی آواز کی دو صفتیں ہیں، ایک اظہار مسرت، دوسرے اعلان کرنا  
 لہذا ”اظہار مسرت“ اسے موزوں بجانے اور ”اعلان کرنا“ اسے زور سے بجانے پر  
 موقوف ہے، لہذا ان دونوں وجہوں اور صفتوں پر نظر رکھتے ہوئے بنی کریم صلی اللہ

سمعها بالاجاز في المسجد فبهذا الاستدلال اباح المشايخ السماع بالاتفاق -  
 فاما ضرب اليد فقد اختلف البعض استحسانه لاطراب القلوب المستمعين واظهار  
 التواجد، وهو محمول على ضرب الدف وروى البعض انه ضرب الاعرابي هكذا بين  
 يدي رسول الله صلى الله عليه وسلم عند الشراء الشعر بالاجاز حتى تولد النبي  
 عليه السلام مع الصحابة رضوان الله عليهم -

## اصل السادس في شروط الاباحية

اجمع الصوفية والمحدثون ان السماع بالنظر الى نفسه مباح والعلّة للحرمته  
 التهي وما روى الفقهاء من الاخبار والآثار في حرمة فهو محمول عليه  
 وبقيت انها فقد احرمت قال شيخنا نظام الملّة والدين  
 قدس الله سره العنيز وهو مقتضى علماء الدين ويكون له مقام الاجتهاد  
 في عصر السماع في نفسه - اباح وانما اختلف حكمه في احد امور الاربعة  
 لايد السماع منها وهو المستمع والاستمع والمستمع والمستمع في الذي في السمع  
 ان يكون من لسمع منظمة الفتنة وفي المسموع ان من الشعر ما نهى عن مثله  
 الشئ ما نهى عن مثل الشرع وفي المستمع ان يزيد السماع في الهواء وغيره  
 الى التقنع والرياء وفي التان يكون شيئا من المزامير فاذا كان السماع منزها  
 من هذه العوارض فهو مباح بالاتفاق وهو راجع الى المنقول والمنقول  
 بالمنقول كما ذكرنا والمنقول فتذكر في الاصول -

## الاصول السابعة في متمسكات من الايات

قال الله تعالى فليسمعوا القول فيجوزوا احسن الآيه  
 فانقول يقتضي التعميم والاستغراق والدليل عليه انه مدحهم باتباع الا  
 وتفصيل الشئ على نفسه لا يجوز فثبت ان المراد بجنس القول من كلامه  
 تعالى وكلام المخلوق - ولو كان الانف واللام بدل من المضاف اليه كما

کو اسی پر قیاس کرنا چاہیے اس لیے کہ مزامیر کی حرمت، علت کے پائے جانے پر موقوف ہے، اگر علت مفقود ہے تو حرمت بھی مفقود ہے اسی دلیل سے امام محمد غزالی رحمہ اللہ نے مزامیر کی ان پرندوں کی آواز پر محمول فرمایا ہے جن پرندوں میں حسن ترنم ہے، اور اس کا سنا مباح کہا ہے اسی سبب بعض مغلوب الحال حضرات نے بوقت غلبہ شوق مزامیر کا سماع کیا ہے۔ لیکن ہمارے مشائخ کرام رحمہم اللہ کا سماع اس تہمت سے بری ہے۔ اُن کا سماع، صرف قوال کی آواز، اور ایسے اشعار کے سننے پر منحصر تھا، جو اللہ تعالیٰ کی کمال صفت پر مبنی ہوں۔

## اصل چہارم: در بیان شعر

شعر کلام موزوں ہے جو دقیق معانی کی طرف اشارہ کرتا ہے، اور اس کا صدر صاحب طبع لطیف سے ہوتا ہے چنانچہ جب یہ شعر، موعظت و حکمت اور اللہ تعالیٰ کی کمال صنعت گری کی شرح پر مبنی ہو، تو یہ سامع کے دل پر اثر انداز ہو کر صانع حقیقی کی طرف اس کا شوق بڑھاتا ہے جیسا کہ حدیث پاک میں ہے کہ ان من الشعر لحکمة (بلاشبہ بعض شعر میں لیقینی حکمت ہے) یعنی اس میں متغیر فوائد ہیں اور اپنی موزونیت کی بناء پر قلوب پر اثر انداز ہوتے ہیں، تو یہ تاثیر قلوب کے لیے مؤثر حکمت ہے اور طبع موزوں تو خدا کی عطا ہے، اللہ تعالیٰ جسکو چاہتا ہے عطا فرماتا ہی اس میں بندہ کی کوئی صنعت گری نہیں ہے جیسے کہ صوت حسن ہے بلکہ طبع موزوں حسن صوت سے زیادہ بزرگ و مشرف ہے اس لیے کہ طبع موزوں ایسی صفت ہے جو انسان کے ساتھ خاص ہے اور حسن صوت میں انسان کے ساتھ پرندے اور ماسوا ان کے مزامیر بھی شریک ہیں تو یہ بھی اللہ تعالیٰ کی جانب سے بندہ کے لیے خاص نعمت ہے۔ لہذا شعر میں فی نفسہ کوئی قباحیت نہیں ہے کیا تم نے نہیں دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو شعر موزوں کرنے کا حکم

اراد الزاهدى، اى يستمعون قولى فاشعرا اذ كان موافقا لمغناه يدخل في حكمه ايضا.  
 الثانية قوله تعالى **وَاَعِزَّ لَكُمُْ الطَّبَيَّاتِ** وهو ما يكون به طيب النفس  
 الا ان يكون حرمته منصوصة اذ الاصل في الاشياء الطهارة والسماع،  
 اطيبها لان به طيب القلب وروح الروح فهو ايضا حلالة بدلالة النص -  
 الثالث قال الله تعالى **وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَالْأَفْئِدَةَ قَلِيلًا  
 مَّا تَشْكُرُونَ** ان الله تعالى من به على العباد وهو يشمل كل المسموعات الا  
 ما يدعوا الى الفسق فالسماع الذى ليس له مخطورات الشرعية شئ فهو  
 داخل في حكمته وقوله تعالى **وَأَسْتَفِزُّ مَنِ اسْتَطَعَتْ مِنْهُمْ يَهْتَكُمُكَ**  
 فهذا المخصوص ما اولت وفيها اقوال المفسرين قال بعضهم لهو الحديث  
 هو السخى والكهانة وفي السمو هو اللعب والاستهزاء وفي الصوت هو الذى  
 يدعوا الى الفساد وقال بعضهم هو الغناء فتعين القول البعض ليس بواجب  
 كما ذكره ابن سلمى تاويلهم فالتوفيق بين الاقوال ممكن اذ المراد بها غناء  
 المجاهيل، وحي السماع اشعار الله بكون فيها قصاء حرم وبالكفار وذكر معاشهم  
 ووصف اصنامهم فالاصل ان الله واللعب والدعوت الى الفساد فيه موجود  
 والدليل عليه اخر آية اولى ليضل عن سبيل الله فالسماع الذى يفتح سمع  
 الاغنياء ويدعوا الى سبيله تعالى بترارح الا التفات عنها سواء خارج عن  
 حكمه ولهذا اول ابن مسعود رضى الله تعالى عنه لهو الحديث بالشعر واستماع  
 الشعر في نفسه ليس بحرام لانه سمع النبي صلى الله عليه وسلم والنسبة الهامة  
 رضى الله تعالى عنهم فالحرمت فيه بعارض وهو الاستهزاء في الدين والاضلال  
 وتزيين الكفر في قلوب المؤمنين كما ذكرنا في نشان الشعر آء الفضائل فحكمه  
 صار في الغناء ايضا فهو اذ كان فارغا عن هذه العواض مباح بالاتفاق -

فرماتے اور وہ حضور کی مجلس مبارک میں شعر موزوں کرتے تھے اور جب اشعار موزوں ہو جاتے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم انھیں سنانے کے لیے منبر کھڑاتے، اور فرماتے اے حسان! کفار کی مذمت کرو، روح القدس یعنی جبریلؑ تمہارے ساتھ ہیں جیسا کہ قشیری نے اس حدیث کو اپنی کتاب میں اسناد صحیحہ کے ساتھ بیان کیا۔ اب جبکہ شعر اثر و حی کا جزو ہے، تو اس کے انکار کی کوئی راہ ہی نہیں اور اس کی تائید نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بھی کر رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کے لیے عرش کے نیچے خزانہ مقرر کیا ہے اور اس کی کنجیاں شعراء کی زبانیں ہیں اور اسی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا نام رکھا ”الحکمتہ کا لشرع“ یعنی شعر شریعت کے مانند حکمت ہے کیونکہ نزول شعر مقام بلند سے ہوتا ہے تو ثابت ہو گیا کہ شعر فی نفسہ اپنے معنی میں حسن اور فی نفسہ اس میں کوئی قباحت نہیں۔ البتہ اس میں قباحت کسی خاص عارضہ کے سبب ہوتی ہے جو کسی قصید یا کسی شے کے مقام کے لیے موزوں کیا گیا ہو۔ مثلاً فحش، استہزاء، منوعات شرعیہ کی تعریف و تزیین رسول اللہ اور مسلمانوں کی بدگوئی اور دین اسلام پر طعنہ زنی وغیرہ، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حیات ظاہرہ کے عہد مبارک میں فاسق و فاجر کفار کے شعراء کرتے تھے اور انہی بدگو شعراء کے لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا الشُّعْرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُونَ (شعراء گمراہوں کی پیروی کرتے ہیں) تو یہ کفار کے شعراء پر محمول ہے، نہ کہ ان شعراء اسلام پر جبکہ اشعار دین اسلام کے شاعر ہیں اس لیے کہ نصیحت آمیز اشعار اکثر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے مروی ہیں اور اس پر دلیل ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اشعار موزوں کیے گئے بلکہ خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اشعار پڑھے، میں تو یہ دلیل اباحت شعر میں بالکل ظاہر و واضح ہے و افہم

## الاصول الثامن في مسكات من الاخبار المشهور

منها ما روى الثقات عن عائشة رضي الله تعالى عنها بالاسناد الصحيح ان ابا بكر رضي الله تعالى عنه دخل عليها وعندها جاريان تعنيان وتضربان بدفين ورسول الله صلى الله عليه وسلم متعش بشوبه فانتهزها ابو بكر فكشف رسول الله صلى الله عليه وسلم عن وجهه وقال وعهما يا ابا بكر فانها ايام عيد وفي رواية اخرى قال ابو بكر رضي الله تعالى عنه مزمار الشيطان مرتين فقال النبي صلى الله عليه وسلم وعهما يا ابا بكر فان كل قوم عيد وعيد فاحذر اليوم فانهز ابي بكر يدل على حرصه ما بالقتل لعل التلوي والدعوت الى الفساد والتي توجد في غناء الجاهلية وتسليم رسول الله صلى الله عليه وسلم ليشيد الى ابا حنيفة الاحقبة وبالنظر الى الاصل وهو الصوت واسلام الموزون المشعور من الحكمة والموعظة وحب الله تعالى فاذا كان غناء الجاهلية جوارماً تنجي للسك والاصنام فكان غناء الاستعار التي يكون فيها ذكر الامة النعمه ونعمها من المودعة متبجاً بتزيين الاسلام في القلوب والدعوة الى دار السلام عند علام الغيوب وكذا ان قال الصوفي السماع محرر القلوب الى عالم الغيوب فان قلت اذا كانت ابا حنيفة مقيدة في يوم العيد فكيف يدل على استماعه في غير ذلك الوقت قلت المراد بالعيد به اذ سر والدليل عليه ذكر الايام ويؤيد به قوله تعالى رَبَّنَا أَنْزِلْ عَلَيْنَا مَائِدَةً مِنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ لِيَكُونَ بَعْدَ الْأَوَّلِ وَآخِرُنَا فَالمراد بها اعادة السرور فثبت ان كل يوم يعود بالسرور فهو عيد ومنها ما روى عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت كانت عندي جارية من الانصار فزوجتها الى رجل من الانصار فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم يا عائشة الانعتبن هذا الحي من الانصار فانهم يحبون الغناء فهذا الحديث دليل ابا حنيفة مطلقاً لان النبي صلى الله عليه وسلم وصف الانصار بالانعتاب

## اصل پنجم در بیان اہمیت حسن کلام موزوں

اب جبکہ یہ ثابت ہو گیا کہ صوت حسن (اچھی آواز) اور ایسے اشعار جن میں اللہ تعالیٰ کی صنعت گری کا بیان ہو، سننا جائز ہے تو ثابت ہوا کہ سماع مباح ہے اس لیے کہ نیکی کا نیکی کے ساتھ جمع ہونا، نیکی کی زیادتی کو واجب کرتا ہے، لہذا سماع حسن ذہانت اور اس کا سننا مستحسن ہے اور اس کی طرف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اشارہ ہے کہ ذینوار القلۃ باصواتکم تلاوت قرآن کو اپنی آوازوں سے سنارو، کیونکہ صوت حسن سے قرآن کے حسن کو بڑھاتا ہے اس لیے کہ جب تلاوت قرآن فی لفظہ حسن ہے تو صوت حسن اسکی تلاوت سامع کے دل میں اثر کرنے کے لیے مزید حسن کا موجب ہے لہذا جب شعر معانی قرآن کے موافق ہو، تو یہ بھی اس کے حکم میں داخل ہے چنانچہ شعر دو معنی سے خالی نہیں یا تو اس میں موعظہ حسنہ ہوگا، تو اس کا سننا باتفاق حسن ہے یا وہ مردوں لڑکوں اور حنین عورتوں کی صفت میں ہو اور اسے جنتی حور و غلمان کے حسن پر محمول کیا گیا ہو تو اس کا سننا بھی مسلمانوں کو آخرت کا شوق دلانے کے لیے مستحسن ہے اور صوت حسن چونکہ شعر کے سننے کی طرف راغب کرتی اور اس کی طرف شوق بڑھاتی ہے لہذا یہ بھی حسن ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کعب بن ظہیر کے اس قصیدہ کو سنا جس کے شروع میں حسین عورتوں کا ذکر ہے تو اس کا سننا متعین ہو گیا، چنانچہ کعب کا شعر ہے

بانت سعاد قبلی الیوم مقبول (الی هذا) هیفاء مقبلۃ عجزاء مدبرۃ

یعنی سعاد جد ہو گیا۔ آج میرا دل نمکین ہے (اس مصرعہ تک) اگر سامنے دیکھو تو اس کی کمر باریک ہے اور اگر پیچھے دیکھو تو اس کے سر بن ہوئے ہیں اس قصیدہ کے اس مصرعہ میں سر بن و کمر کی تعریف ہے۔ لہذا ثابت ہوا کہ کسی مرد و عورت کی ساخت و ظہیف کا ذکر شریعت میں جائز ہے اور صوت حسن سے اس کا سننا مستحسن ہے، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف اس قصیدہ کو سنا، بلکہ پسند فرما کر فرمایا جس نے اس

وقد قال الله في شأن أصحابه وكتب الله حبب اليكم الايمان وزينه في قلوبكم  
وكفره اليكم الكفر والفسوق والعصيان - فلو كان الغناء معصية لكان  
عليهم مكرها لا محبة فثبت بها ان استماعه مستحب في كل الازمان فلا يخص  
في اولية اذ المحب لا يتعين في وقت دون وقت فيشتمل كل الاوقات وفي  
اباحته كثير من الاخبار المسندة من حيث لا يحصى عندنا ونحن اكتفينا بالحدوثين  
اذها كافيان للشهادة وما روى الفقهاء من الاخبار عن ابي امامة وجابر  
وغيرها رضي الله تعالى عنهم في حرمة فلا يتصل بعصا الاسرار فلا يعبر عند  
المحدثين كما ذكر الشيخ محمد الدين رحمه الله عليه في كتابه صراط المستقيم  
وبما اعتبر فلا يعارض حديث عائشة رضي الله تعالى عنها لانها اشهر فقهاء  
منها وهو تأملت فيها العرف ان كل واحد منها دليل على اباحته فالاول  
ما روى عن ابي امامة رضي الله عنه انما قال عليه الصلوة والسلام  
ما من رجل يرفع صوته في الغناء الا بعث الله عليه الشيطانين احدهما  
على هذا المنكب والاخر حتى على هذا المنكب فالوعيد يرجع الى رفع الصوت  
عند الغناء لا الى السماع فلا حجة لمنكر في حرمة اذ هو بزاحجه عند  
الاستماع فهو ممنوع لمن اجبر فيدل على جواز استماعه الا ترى ان الناس  
امروا بالاستماع والانصات عند تلاوة القرآن اذا التكميل يزاحم الاستماع  
والاخر ما روى عن جابر رضي الله تعالى عنه عن النبي عليه الصلوة والسلام  
والله عليه السلام ان ابليس اول من ناح ولغنى فهو ما قول بالنياح بالراء  
و تقييد الله والاستلزام اذ فوجته على صوت العبادة والغناء لطيب  
القلب فلا يشبه فهو مباح كما ثبت في هذا يحصل التوفيق بالاخبار  
هو الاصل اما قولهم الغناء حرام والمجلوس فيها فسق والتلوذ بها كفر فهو  
افتراء محض عنه ليس فيه رفق كلامه عليه السلام اذ التلذذ بالامر كان

قصیدہ کو یاد کر لیا ، وہ جنتی ہے اور ایک روایت میں یہ ہے کہ حضور نے اس قصیدہ کو مسجد مبارک میں لحن کے ساتھ سماعت فرمایا لہذا اس استدلال سے مشائخ کرام نے باتفاق سماع کو مباح قرار دیا ہے ۔

اور اب ہاتھ پر ہاتھ مار کر تالی بجانا اتویہ بعض کے نزدیک سننے والوں کے دلی کو خوش اور اظہارِ تواجہ کے لیے مستحسن ہے اسے دف بجانے پر محمول کرتے ہیں چنانچہ بعض روایتوں میں ہے کہ ایک عرابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے خوش الحانی سے شعر سناتے وقت ایسا کیا ہے ، یہاں تک کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کے ساتھ وجد میں آگئے یعنی جھومنے لگے ۔

### اصل ششم ۔ در بیان شروط اباحتِ سماع

صوفیاء عظام اور محدثین کرام کا اجماع ہے کہ نفسِ سماع اپنی ذات میں مباح ہے اور اس کے حرمت کی علت لہو و لعب ہے اور فقہار کرام نے جو کچھ اخبار و احادیث سے نقل فرمایا ہے ، وہ سب اسی لہو و لعب پر محمول ہے اور جہاں لہو و لعب مفقود ہو وہاں حرمت بھی مفقود ہوتی ہے جیسا کہ ہمارے شیخ المشائخ نظام الملک والدین محبوب الہی قدس اللہ سرہ العزیز نے فرمایا ، وہ علماء دین کے مقتدار اور اپنے زمانہ کے صاحبِ فکر و قیاس ، بلند مقام کے مالک تھے ۔ فرماتے ہیں کہ سماع فی نفسہ مباح ہے البتہ ان چار باتوں میں سے کوئی بات موجود ہو ، تو حکم مختلف ہوتا ہے یہ چاروں باتیں سماع کے لیے ضروری ہیں ایک تو سنائیوالے ، دوسرے کلامِ مسوع ، تیسرے سننے والے ، چوتھے آلہ سماع ہے ۔

مطلب یہ کہ سنانے والا (سمیع) وہ ہو جس میں فتنہ کا گمان نہ ہو یعنی مغنیہ محنت اور زورِ عمر لڑکے نہ ہوں اور کلامِ مسوع ایسے اشعار ہوں جن کی مثل میں شرعی مخالف نہ ہو ، اور سننے والے ایسے ہوں جن میں سماع ، خواہشات کو نہ اٹھارے اور لقمع و ریائیں میں نہ ہو ، اور آلہ سماع یعنی ساز کی قسم سے نہ ہو ، لہذا ایسا

كان اذ ليس كيف عند اهل السنة والجماعة فهذا القول يرجع الى عقيدة  
اهل بالسواء فلا يعتد به .

## الاصل التاسع في اثار المروية عن الثقات

روى الشيخ العارف ابو طالب مكي رحمة الله تعالى عليه عن كثير من السلف  
محمدي وتالعي وغيرهم ان السماع مباح وسمع كثير من الصحابة والتابعين  
وقوله معتبر وفور علمه وكمال حاله وعلمه باحوال السلف وقال ان  
افتر هذا السماع مجمل مطلقاً غير مقيد ومفصلاً يكون انكار على سبعة  
مديناً وان كنا نعلم الانكار اقرب الى طبع القراء المتزاهدين وانا لانقل  
ذلك لانا نعلم ما لا يعلمون ومهنا من السلف الصالح ما لا يسمعون وقال  
ايضاً ان المنكر للسماع على الاطلاق من غير تفصيل لا يخلو من احد الاثبات  
الثلاثة اما جاهل بالسنن والآثار واما معسر بما يبيع له من اعمال الاخبار  
واما بما من الطبع لا ذوق له وهو كحمار يحمل اسفارا، وذكر في كتاب  
البيان في الفقه روى عن عثمان رضي الله تعالى عنه ان كان عند

جاريان تعينان فلما كان وقت السحى قال امسكا فان هذا وقت الاسفار  
وروى الشيخ عبد الرحمن السلمي باسناد عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما  
انه سئل عن الغناء فقال لا بأس به اذ لم يكن معه شراب وفي تهذيب  
الامام الشافعي ان عمر رضي الله تعالى عنه اذ اخلا في داره يترنم بالبيت  
او بيتين فامسأرن عليه عبد الرحمن بن عوف وهو يترنم فقال سمعتني  
يا عبد الرحمن فقال نعم اذ خلونا منا زلنا نقول كما نقول فثبت بهذا ان  
الغناء لطبيب النفس مباح وهو متعارف بينهم وذكر الغزالي عن يونس  
بن عبد الاعلى انه قد تسلمت الامام الشافعي عن ابي حنيفة اهل المدينة  
السماع فقال لا اعلم احداً من علماء الحجاز ان يكره السماع الا ان يكون

سماع جو ان عوارض سے پاک و منزہ ہو، وہ بالاتفاق مباح ہے اس کے لیے عقلی و نقلی دلائل موجود ہیں۔ لہذا معقولی دلائل تو پہلے ذکر کیے جا چکے ہیں، اب نقلی دلائل آئندہ اصول میں مذکور ہیں۔

### اصل ہفتم۔ در بیان دلائل از قرآن کریم

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَبَشِّرِ الْبَاقِيَ الَّذِينَ كَفَرُوا الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُونَ آمَنُوا بِرَبِّهِمْ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (سورہ بقرہ ۱۲۵) آپ میرے اُن بندوں کو بشارت دیدیجئے جو قول کو سنتے ہیں اور اسکی عمدہ پیروی کرتے ہیں اس میں لفظ ”قَوْل“ تعظیم و استغراق کا مقتضی ہے عام ہونے پر دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اُن بندوں کی تعریف فرمائی ہے جو احسن طریقہ پر اتباع کرتے ہیں اسی لیے کہ اپنے نفس پر شے کی بزرگی جائز نہیں ہوتی لہذا ثبات ہوا کہ ”قَوْل“ سے مراد جنس قول ہے جو کہ کلام باری تعالیٰ اور کلام مخلوق دونوں کو عام ہے اور اگر ”الْقَوْل“ میں الف لال کو مضاف الیہ کا بدل مانا جائے جیسا کہ زائدی نے مراد لیا ہے تو معنی یہ ہونگے کہ یَتَّبِعُونَ قَوْلَی یعنی میرے قول کو سنتے ہیں، تو ایسا شعر جو قول الہی کے ہم معنی ہو، تو وہ بھی اسی کے حکم میں داخل ہوگا۔ دوسری دلیل رہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَاجِلْ لَكَ الطِّبَاتِ یعنی پاکیزہ چیزیں تمہارے لیے حلال کر دیں اور طیب وہ ہوتا ہے جس سے طبائع مسرور ہوں بجز اُن چیزوں کے جن کے بارے میں حرمت کی خاص نص موجود ہو اس لیے کہ اشیاء میں اصل حکم طہارت یعنی پاکی ہے، اور سماع پاکیزہ ترین ہے، کیونکہ اس سے دل کو خوشی اور رُوح کو تازگی ہوتی ہے، تو یہ بھی لالت النص سے حلال ہے۔ تیسری دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے وَجْعَلْ لَكَ الشَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَالْأَفْئِدَةَ قَلِيلًا مَّا تَشْكُرُونَ ۝ اور اللہ نے تمہارے لیے شہنائی اور بینائی اور دل بنائے، بہت کم ہیں جو احسان مانتے ہیں۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے بندوں پر شہنائی کا احسان جتلیا، اور یہ شہنائی ہر

منه في الأصناف منكر ما قول ابن مسعود رضي الله تعالى عنه الغناء ينبت النفاق في القلب كما ينبت الماء البقل فهو دليل على إباحته إذ النفاق لا يصلح إلا في أمر صالح بأن يكون الفاعل نيتاً فاسدة فالنية الفاسدة قد يفسد العمل فنبت بها أن الغناء في نفسه أمر صالح بالاتفاق أما قول عثمان رضي الله تعالى عنه ما نبت ولا تميت ولا مست ذكرى بيد يميني منذ بالعت رسول الله صلى الله عليه وسلم فهو محمول على غناء الجاهلية لتوفيق الآثار بين القولين وهو الأصل ولذا قال الشيخ في السماع حلال وحرام ومشبته فمن سمع بنفسه مشاهدة شريعة وهو نبي فهو حرام والمشبته غناء الجاهلية ومن سمع بطبع على صفة مباح من جارية وزوجته كان فيه دخول مشبته لحو ومن سمع بقلب سليم عن الله والطبع للاعتبار والانتباه والثبوت إلى بقاء الله تعالى فهو حلال بالاتفاق ويؤيد ذلك أقوال الصوفية قال ذي النون السماع وأرد حق يزج القلب إلى بحق فمن أصنع اليه بحق يتحقق ومن أصنع اليه بنفس تزندق وكذا قال الشبلي رحمه الله حين سئل عنه ظاهره فتنه وباطنه عبقرية فمن عرف لاشارة حل له السماع والأفقد استدعى الفتنة وتعرى من البلية - فنبت بها أن السماع اللطيف غذاء الأرواح لأهل المعرفة وبالنظر إلى نفسه حسن لا تبيح أصلاً إذ هو حفظ الأرواح وبها هزت الشباح كما قال أبو علي دقاق السماع اللطيف غذاء الأرواح لأهل المعرفة ولكن مختلف حكمه بحكم المستمعين فمن حله على حق فله حق ومن حله على ضد فله كذالك فهو كالرايح الشجرة إذ ذهب على البتائين يروح الماشام بطيبه وإذا مررت على المزابل يحرق نفسها فالاحتياط على قدر المستمعين قال الشيخ في السماع ثلاث مستمع ومستمع وسامع فالمستمع يسمع بقرت والمستمع يسمع بحال والسامع يسمع بحق فالصفة المستمع التواجل وصفته المستمع الوجد وصفته السامع الوجود كما سنده في هذا الأصل -

مسموع کو شامل ہے، بجز ایسی سماعت کے جو منجرا لی الفسق ہو، لہذا وہ سماع جس میں کوئی ممنوعات شرعیہ نہ ہو، وہ خدا کے اس احسان کے حکم میں داخل ہے اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے کہ **وَسْتَغْفِرُكَ مِنَ السُّطُوعِ مِنْهُمْ بِمَوَاقِعَ** (کچھ لوگ ایسے ہیں جو لہو کی بات کی طمع رکھتے ہیں) تو یہ دلیل ماوّل ہے اس میں مفسرین کے کئی قول ہیں۔ بعض نے کہا کہ ”لہو کی بات“ سے مراد سحر، کہانت، کھیل کود، اور ہنسی مذاق ہے اور ”صوت“ سے مراد ایسی بات ہے جو فساد پر برائی گنجھتے کے اور بعض نے کہا کہ اس سے گانا (غنا) مراد ہے۔ لہذا کسی ایک قول کو (بغیر دلیل شرعی اپنی رائے سے) معین و خاص کر لینا واجب نہیں ہے۔ جیسا کہ اہل علم حضرات بیان کرتے ہیں اور اگر تمام تادیلوں کو تسلیم بھی کر لیا جائے، تو اقوال کے درمیان موافقت ممکن ہے، وہ یہ کہ غنا سے مراد زمانہ جاہلیت جیسا گانا ہے، اس میں ایسے اشعار ہوتے تھے، جن میں کفار کی خوں ریزیوں کی داستانیں، ان کے معاشقے کے تذکرے، اور ان کے بتوں کی تعریف ہوتی تھی۔ واصل ان کے گانوں میں کھیل کود، فساد پر برائی گنجھتی موجود ہوتی تھی اور لہو لہب کی بات“ ہونے پر دلیل پہلی آیت کریمہ کا آخری حصہ ہے کہ **لِيُفْلِحَ مَن سَبَّحَ لِلَّهِ** (تاکہ اللہ کی راہ سے انھیں بھٹکایا جائے) لیکن مشائخ کرام کا سماع ایسا ہوتا ہے جس سے غافلوں کے کان کھلتے ہیں اور وہ راہ خدا کی طرف بلا تے ہیں اور ماسوی اللہ سے ترک التفات کراتے ہیں ایسے سماع کا حکم، زمانہ جاہلیت کے گانے کے حکم سے خارج ہے اسی بنا پر سیدنا ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لہو الحدیث کی تفسیر شعر کیساتھ کی ہے اور شعر کا سننا سنانا فی نفسہ حرام نہیں ہے، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود سنا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اشعار موزوں کئے۔ لہذا اس میں حرمت کسی عارض کی بنا پر ہوگی، وہ دین حق کا استہزاء، گمراہ کن باتیں اور مسلمانوں کے دلوں میں کفری باتوں کو آراستہ کر کے بیان کرنا ہے جیسا کہ ہم نے گمراہ و بیدین شاعروں کے اشعار کی نشان دہی کی ہے تو ان کا حکم غنا یعنی گانے کے حکم جیسا ہے

## الأصل العاشر في بيان حقيقة التواجد

التواجد حركة موزونة تقدر عن المستمع بلا اختيار عند غلبة السماع عليه، فهو محسوس اذ هو يتدعى وجد القلب والوجد داعي الى وجود المحبوب ويؤيد قول النبي عليه السلام قال عليه السلام حين اطلق معاوية رضي الله تعالى عنه التواجد على اللعب يا معاوية ليس بكريم من يهتز عند سماع ذكر الجيد وسئل الجليل رحمه الله تعالى عليه عن التواجد فقال ان الله تعالى خاطب الارواح في الميثاق بقوله **اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ** استغفرت عن ربها لسماع الكلام فالارواح اذا سمعوا السماع هزتهم ذكر ذلك فلا هتزاز به ليس بمنكر لان النبي عليه السلام فعل كذا واصحابه رضي الله تعالى عنهم كذا وقد روي انه عليه الصلوة والسلام قال لعلي رضي الله تعالى عنه انت مني وانا منك فحجل وقال لمجبر رحمه الله تعالى عليه اشبهت خلقي وخلقني فحجل وقال لزيد رضي الله تعالى عنه انت اخونا ومولانا فحجل والتحجل عند الطرب وهو صفة للروح كما يشهد الجليل رحمه الله تعالى عليه اليه وتحريك بالقلب فالروح محرك والقلب محترك فاذا كان الروح يهتز بالنفثة والقلب رهينا به فلا يصدر عن المتواجد الا بحركة الموزونة اذ النفثة موزونة فلا سبيل لانكاره لانه يوجد بلا اختيار المتوجد فالتواجد دون الرقص اذ هو محرك باختيار وللتصنيع وهو فعل السفهاء والمتنعين عند غلبة الهواء فهو حرام بالاتفاق - اما حركة التواجد فمتنوعة بتنوع الاحوال حركة تقدر عند القلب وهو محرك المذبوح عند الذبح وحركة توجد بهر عند الطلب وهي كحركة النون عند مشاعات اليم عن الساحل وحركة تبعث منه عند الطرب وهي كحركة الفراق عند لقاء النور فالقلب بالنفس والطلب للقلب والطرب للروح فهذا الاهتزاز محقق باهل الكمال كما اهتزاز النبي صلى الله عليه وسلم مع اصحابه عند سماع هذا القصيدة المملوءة المحب

اور ایسے اشعار جو ان عواض سے پاک صاف اور خالی ہوں وہ بالاتفاق مباح ہیں :-

**اصل ششم -** در بیان دلائل از احادیث مشہورہ  
احادیث مشہورہ میں سے جن کو ثقہ راویوں نے بیان کیا ہے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی سند صحیح کے ساتھ یہ روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جب ان کے پاس آئے تو ان کے پاس دو بچیاں دف بجا کر اشعار سنارہی تھیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چادر مبارک لپیٹے تشریف فرما تھے، تو حضرت ابوبکر نے ان بچیوں کو جھڑکا۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چادر مبارک کو چہرہ انور سے ہٹا کر فرمایا اے ابوبکر! ان کو چھوڑ دو یہ عید کا دن ہے ایک اور روایت میں ہے کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دو مرتبہ فرمایا ”مزار“ (باجہ) شیطان ہے اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے ابوبکر! انھیں چھوڑ دو، ہر قوم کے لیے ایک عید ہوتی ہے، اور ہمارا عید آج کا دن ہے۔

لہذا سیدنا ابوبکر صدیق کو جھڑکنا، شرمندہ سابقہ پر دلالت کرتا ہے جسکی علت تہی یعنی کھیل کود، اور فساد پر برائی گنتی ہے جو کہ زمانہ جاہلیت کے گانوں میں پایا جاتا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مان لینا اس طرف اشارہ ہے کہ بنظر اپنی اصلیت کے اس میں اباحت موجود ہے وہ خوش الحانی اور وہ کلام موزوں حمد و عظمت و حکمت اور محبت الہی پر مشتمل ہو، ان کی اباحت ہے چونکہ جاہلیت کا گانا اسی بنا پر حرام تھا کہ وہ بت پرستی اور شراب نوشی پر ابھارتا تھا، تو وہ اشعار جن میں خدا کی نعمتوں کا ذکر ہو جو انھیں ملی ہیں، اور نتیجہ دلوں میں اسلام آراستہ و مزین ہو، اور اور غلام الغیوب کے نزدیک دارالسلام (جنت) کی طرف شوق و رغبت پیدا کرے ایسے شعروں کا سننا دسننا دونوں مباح ہیں ہی بنا پر صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ عالم الغیوب کی طرف سماع دلوں کو حرکت میں لاتا ہے :-  
اب اگر قریہ اعتراض کرے کہ حدیث پاک میں تو اباحت یوم عید کیساتھ متعین ہے

لقد استقم حية الهوى كبدي فلا طيب لي ولا راحة

الاجيب الذي شغقت به فعند رقيتي وتريا ق

حتى سقط روئي عن متكبي فاذا كان التواجد فعل النبي صلى الله عليه وسلم و  
اصحاب رضي الله تعالى عنهم فهو محمود وان كان بالنظر الى ظاهره لعب كما نسب  
معاوية رضي الله عنه حيث قال ما احسن لعبي يا رسول الله فمعه النبي صلى الله  
عليه وسلم كما ذكرنا وكان له ظاهر وباطن ظاهره حركات امرئيه وباطنه غلبات  
خفية فهو عند رباب الصورة عزل اذهو لا يطلعون على غلبات الستية ويحسبون  
الحركة الصورية وعند اصحاب السر جدا هم الغلبون بالمشاهد الستية ولا  
يتاهدون الحركة الصورية فهو الخبر المنسدر يني عن هاتين الحالتين وهو صحيح لا  
شبهة فيه اما خجبان صاحب

الوارث فيما يحول على قول معاوية رضي الله عنه في اطلاق التواهب على  
الائب فهو شيخ ذكرنا ذكر نعمته الله تعالى لا يتفوق ذكره ليلاً ونهاراً  
ليست اوجبه اقرب الى صفوة الملائكة ليس له من حالته العشق وغلبة السماع  
شعور اذا ليس بينهما ملازمة مساوية لا يوجد احد بدون الآخر كما ذكر  
شيخنا نظام الحق والدين عن شيخ العارف نجم الدين قدس الله  
سرهما في "الفوائد الفوائد" قال في شأنه فيها كل نعمته ما هي تمكن  
البشر وجودها فهي موجود الانعمته الشوق ولعمته السماع فآثرهما مفقود  
بقوة الصعود والاشواق بالتعب فهاجانه لا يدل على ضعف هذا الخبر بل  
يرجع الى ضعف الحال لان صاحب "قوة القلوب" درج فيه وهو اقرب الى عهد  
رسول الله صلى الله عليه وسلم واعلم بالسنن والآثار ويعرف بصحتها فافهم

تو اردو دنوں میں اس کے سننے پر کیسے دلالت ہوتی ہے؟ تو میں جواب میں کہوں گا کہ عید کے دن سے مراد وہ دن ہے جس میں خوشی ہو اس پر وہ دلیل شاہد ہے جس میں حضور نے ایام اللہ کا ذکر فرمایا ہے اور اس کی تائید اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے ہوتی ہے فرمایا رَبَّنَا أَنْزِلْ عَلَيْنَا مَائِدَةً مِنَ السَّمَاءِ (الیٰ اخروالایت) تَكُونُ مَعِنَا اَلْأُولَیَا وَآخِرُهَا اَلْآیَةُ اے ب ہمارے ہم پر جو ان نعمت آسمان سے آتا رہا (یہاں تک کہ) وہ ہمارے پہلوں اور بعد والوں کے لیے خوشی کا دن بنے۔ تو اس عید سے مراد عادت السور یعنی بار بار خوشی کا دن آتا ہے۔ تو ثابت ہوا کہ ہر وہ دن جو منرت و خوشی لائے وہ یوم عید ہے۔

دوسری حدیث احادیث مشہورہ میں سے یہ ہے جو سیدنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ فرماتی ہیں امیرے پاس ایک انصاری لڑکی تھی میں نے اس کا عقد ایک انصاری مرد سے کر دیا۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عائشہ! تم نے قبیلہ انصار کے گائیوالیوں کو کیوں نہ بلایا؟ کیونکہ انصاری لوگ غنا (گائے) کو پسند کرتے ہیں۔ تو یہ حدیث مطلقاً اباحت کی دلیل ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کی صفت، غنا سے محبت کرنا بیان فرمائی۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کی شان میں ارشاد فرمایا کہ وَلَکُمُ اللّٰهُ حُبُّ الْاِیْمَانِ وَذَیْنَتُنِیْ فِیْ قُلُوْبِکُمْ وَذَکْرُ الْاِیْمَانِ الْکُفْرِ وَالْفُسُوْقِ وَالْعِصْیَانِ لیکن اللہ نے ایمان کو تمہیں محبوب کر ابا اور تمہارے دلوں میں اسے مزین کیا اور تم پر کفر و فسق اور گناہ کو مکروہ ناپسند کرایا۔ تو اگر مطلقاً غنا معصیت ہوتا، تو یقیناً یہ بھی ناکوار و ناپسند ہوتا نہ کہ محبوب و مرغوب، لہذا ثابت ہو گیا کہ اس کا سننا ہر وقت مستحب ہے۔ یہ ولیمہ کے ساتھ خاص نہیں ہے اس لیے کہ محبت تعین کو گوارا نہیں کرتی کہ ایک وقت ہو اور ایک وقت نہ ہو۔ وہ ہمہ وقت شامل حال رہتی ہے اس کے ماہوا بھی مستند حدیثوں میں اس کی اباحت ثابت ہے۔

## الخاتمه

اعلم ان مسئلۃ السماع مختلف بین الفرقتین المذكورۃ کما بینناہ فلا یكون اباحتہ مقیدۃ بزمان دون زمان کذا لا الّا اباحتہ والحرمتہ لا یتبدلان الا بالوحی والوحی بعدیننا علیہ الصلوٰۃ والسلام مفقود فكيف یصح قول المنكر انہ قال علیہ ما استخفنا ان السماع كان مباحاً فی زمان السلف فالان حرامہ بالاتفاق اذا اهل فی زمانا مفقود وهو ادعاء الوحی والاطلاع الغیب ان فقد انہ لا یتحقق الا بها وهو کفر بالاتفاق۔  
فثبت ان بہ قوام الضلال ولا یقول مثل هذا الالمبتدع الضلال فانہم واجتنب والنظر فی هذا الرسالۃ بعین الايضاف حتی یتحقق خلاف الاختلاف وفقہ اللہ تعالیٰ وایامنا علی متابعتہ السلف الصالحین بحق نبیہ المختار والہ الاطہار :-

ان سب کا شمار بیان یہاں نہیں کیا جاسکتا اور ہم نے صرف دو حدیثوں کے بیان پر اس لیے اکتفا کیا ہے کہ ثبوت و شہادت کے لیے یہ ہی کافی ہیں۔  
اور وہ بونفہار کرام حضرت ابوامامہ اور جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایتیں اسکی حرمت میں بیان کرتے ہیں تو ان کی سندیں صحت کے ساتھ متصل ہی نہیں ہیں اور محدثین کرام ان کا اعتبار ہی نہیں کرتے، جیسا کہ شیخ مجد الدین رحمۃ اللہ نے اپنی کتاب "صراط مستقیم" میں بیان کیا ہے اور اگر ان کا اعتبار بھی کہ لیا جائے، توسیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث کے مقابل و معارض لایا نہیں جاسکتا۔ کیونکہ سیدہ صدیقہ کی فقہت ان سے زیادہ مشہور ہے اور اگر وہ خود ان دونوں روایتوں میں غور و غوص کریں، تو انھیں معلوم ہو جائیگا کہ ہر ایک روایت اس کی اباحت کی دلیل ہے۔ پہلی وہ روایت جسے سیدنا ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی کہا گیا یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ہر وہ شخص جو گائے میں اپنی آواز کو اونچا کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس شیطانوں بھیجتا ہے، ایک، ایک کندھے پر اور

دوسرا دوسرے کندھے پر۔ تو یہ عید گانے میں بلند آوازی کو پہنچتی ہے نہ کہ سماعت پر۔ منکر کے لیے حرمت غنا پر یہ دلیل نہیں بنتی۔ اس لیے کہ بلند آوازی سننے کے لیے مزاحم ہوتی ہے، لہذا سماع کے لیے بلند آوازی ممنوع۔ تو یہ دلیل جواز سماع پر ہے (نہ کہ حرمت سماع پر)۔ کیا تم نے وہ حکم نہیں دیکھا، جس میں تلاوت قرآن کے وقت خاموش رہ کر سننے کا حکم دیا گیا۔ اسی لیے کہ گفتگو میں مشغول رہنا سننے میں اہمیت رکھتا ہے دوسری وہ روایت جسے سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی کہا گیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، سب سے پہلے شیطان نے فوجہ کیا اور گایا ہے تو یہ ریاکاری سے فوجہ کرنے اور ہواستہزائے گانے کی طرف مائل ہے اس لیے کہ اس کا فوجہ اور گانا، ریا اور لہو کی طرف برائی کھینچ کر تا ہے اور یہ بالاتفاق ممنوع ہے لیکن عبادت کے وقت ہونے پر رونا اور فوجہ کرنا اور اس کی خوشی کے وقت گانا، تو اسکے مباح ہونے پر کوئی شبہ نہیں ہے، جیسا کہ ثابت ہے۔ تو اس طرح پر احادیث کے درمیان توفیق ہو جاتی ہے اور یہی اصل حقیقت ہے۔

اب رہا فقہار کا یہ کہنا کہ غنا (مطلقاً) حرام ہے، اور اس میں بیٹھنا فسق ہے اور اس سے لذت لینا کفر ہے، تو یہ (مشائخ کرام کے سماع کیلئے کہنا) افراتفرس ہے اور اس بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سے انہیں کوئی ذوق اور نرمی نہیں ہے اس لیے کہ حرام کے ساتھ لذت یعنی لذت لینا، اگرچہ زمانہ ہی کیوں نہ ہو، اہلسنت وجماعت کے نزدیک کفر نہیں ہے۔ تو ان کا یہ قول اہل بدعت و ہوا کے قول کی موافقت میں جاتا ہے اور انہیں ان کی پیروی نہ کرنی چاہیئے۔

### اصل نہم در بیان دلائل از آثار معتبرہ

حضرت شیخ عارف باللہ ابو طالب مکی رحمۃ اللہ علیہ بکثرت اسلاف صحابہ تابعین وغیرہم سے روایت کرتے ہیں کہ سماع مباح ہے اور اکثر صحابہ تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے مناسبت اور ان کا قول ان کے دُورِ علم، کمالِ حال و احوال اور اسلاف سے باخبر

ہونے کی بنا پر معتبر ہے آپ فرماتے ہیں اگر کوئی اس سماع کا مطلقاً بغیر قید کے اجمالاً تفصیل سب کا انکار کرے، تو اس سے شتر صد لفظوں کا انکار لازم آتا ہے اگرچہ ہمیں معلوم ہے کہ یہ انکار مدعی زہد قرار کی طبیعتوں کے نزدیک زیادہ فریب سے ہم اس کی انکار نہیں کرتے کیونکہ ہم اس چیز کو جانتے ہیں جبکہ وہ علم نہیں رکھتے اور ہم نے سند ضعیفین سے وہ سنا ہے جس کو انھوں نے نہیں سنا۔ نیز آپ فرماتے ہیں اس سماع کا ایسا منکر جو مطلقاً بغیر تفصیل کے انکار کرتا ہے یقیناً ان تین آفتوں میں سے کوئی آفت اس ضرور موجود ہوگی۔ یا تو وہ سنن و آثار سے جاہل ہوگا۔ یا وہ مباح شد و اعمال خیر میں تنگی پیدا کرتے والا ہوگا۔ یا وہ بالاطیع جامد کند ذہن اور بے ذوق ہوگا جس طرح گدھا ہوتا ہے کہ اس پر کتابیں لا دو می جائیں اور فقہ کی کتاب البیان میں مذکور ہے کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ان کے پاس دو یا ندیاں تھیں جو گاتی تھیں پھر جب طلوع سحر ہو جاتی تو ان کو خاموش ہو جانیکا حکم فرماتے کہ اب سحر ہو گئی اور شیخ عبد الرحمن سلیمی بالاسناد سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ ان سے کسی نے غنا کے بارے میں سوال کیا، تو جواب میں فرمایا، اگر شراب نوشی نہ ہو تو اس میں کوئی مخرج نہیں ہے اور تہذیب الایضاً خلق میں امام شافعی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ جب گھر میں تنہا ہوتے تو ایک یا دو شعروں کو گنگنا کرتے۔ ایک ان حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حاضر ہونے کی اجازت مانگی، تو ان آثار سے ثابت ہو گیا کہ طیب نفس کے لیے گنگنا مباح ہے، اور یہ بات ان میں متعارف تھی۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ بن عبد الاعلیٰ سے نقل کرتے ہیں کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے اہل مدینہ کا سماع کو مباح جاننے کے بارے میں سوال کیا گیا، تو فرمایا میں علماء حجاز میں سے کسی ایسے شخص سے واقف نہیں، جس نے سماع کو مکروہ جانا ہو، بخیر ان صورتوں کے جن میں کوئی منکر شرعی لاحق ہو۔

اب رہا وہ قول جو سیدنا ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے کہ ”غنا دل میں نفاق کو ایسا لگاتا ہے جیسا پانی غلہ کو لگاتا ہے“ قریہ قول بھی اس کے اباحت کی دلیل ہے اس لیے کہ نفاق کسی امر نیک و صالح میں ہی ہوتا ہے۔ مطلب یہ کہ وہ امر نیک کسی فاسد نیت کے ساتھ کرے، تو فاسد نیت، فاعل کے عمل کو فاسد کرتی ہے اس لیے واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ غنا فی نفسہ امر نیک و صالح بالاتفاق ہے (کسی بد نیتی یا کسی حکم شرع کی خلاف ورزی سے فساد لاحق ہوتا ہے)۔

اب رہا حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ قول کہ ”حجبت میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ست مبارک پر بیعت کی ہے، اس وقت سے نہ کبھی گانا سنا اور نہ کوئی تنہا کی اور نہ اپنے دامنے ہاتھ کو ترمکھا تک لے گیا“ تو آپ کا یہ قول زمانہ جاہلیت کے گمانے پر محمول ہو گا۔ تاکہ پہلے دونوں قول اور آثار کے درمیان جو کہ اصل میں ان میں توافق ہو سکے۔ اسی بار پر حضرت سلطان المشائخ رحمہ اللہ سماع کے بارے میں فرماتے ہیں کہ ”اس کے تین حکم ہیں، حلال، حرام اور مشتبہ۔ لہذا جو شخص نفسانی خواہش اور شہوت و حرص سے سنتا ہے وہ حرام ہے، کیونکہ اس میں زمانہ جاہلیت کے گمانے کی مشابہت ہے اور جو بالطبع مباح طریقہ پر سنتا ہے مثلاً باندی سے یا بیوی سے، تو چونکہ اس میں لہو کے داخل ہونے کی مشابہت ہے اس لیے یہ مشتبہ ہے اور جو لہو و طبع سے محفوظ رہ کر قلب سلیم کے ساتھ سنتا ہے تاکہ عبرت و تنبیہ اور لقاء الہی کا شوق زیادہ ہو تو یہ بالاتفاق حلال ہے اور اسی کی طرف شاہ کرام، صوفیاء و عظامہ کے اقوال میں اشارہ ہے۔

حضرت ذوالنون مہر، رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ”سماع وارداتِ حق سے ہے جو دل کو حق کی طرف براہِ گنجینہ کرتا ہے۔ لہذا جس نے حق کے ساتھ سماعت کی وہ ثابت قدم اور درست ہے اور جس نے تقاضا نفس سے عمل کیا وہ زانیق و باہرست“ اسی طرح حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک سوال کے جواب میں فرمایا اس

کا ظاہر فتنہ ہے اور اس کا باطن ہجرت ہے، تو جو شخص رموز و اشارہ کو جانتا ہے اس کے لیے سماع حلال ہے، ورنہ وہ فتنہ کو جگاتا ہے اور بلاؤں کو آگے لاتا ہے۔  
لہذا اس سے ثابت ہوا کہ اہل معرفت کیلئے سماع ارواح کی لطیف غذا ہے اور وہ اپنی نایابیت میں حسن و عمدہ ہے اس میں قطعاً مباحث نہیں ہے اس کی کس میں ارواح کا تعلق ہے جس کی بنا پر بدن پر جنبش طاری ہوتی ہے اور قواعد موتا ہے جیسا کہ ابو علی رفاقی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ ”اہل معرفت کے لیے سماع ارواح کی لطیف غذا ہے، لیکن اس کا حکم سننے والوں کے اعتبار سے مختلف ہے لہذا جو حق پر محمول کرتا ہے، تو اس کے لیے سماع حق ہے اور جو اس کے برخلاف محمول کرتا ہے تو اس کا حکم بھی برعکس ہے کیونکہ سماع، درختوں کی ہوا کی مانند ہے، جب وہ ہوا باغوں میں سے ہو کر گزرتی ہے تو وہ اس کی خوشبو سے مشام و مانع معطر ہوتے ہیں، اور وہ ہوا جب گندگی پر سے گزرتی ہے تو وہ مانع کو جلا ڈالتی ہے، تو سننے والوں کے اعتبار و اندازہ کی بنا پر احتیاط لازم ہے۔

حضرت سلطان المشائخ رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ ”سماع کے سننے والے تین قسم کے ہیں مستمع، مستمع اور سامع۔ لہذا مستمع وہ ہے جو وقت کے ساتھ سنتا ہے اور مستمع وہ ہے جو حال کے ساتھ سنتا ہے اور سامع وہ ہے جو حق کے ساتھ سنتا ہے۔ پس مستمع کی صفت تواجد ہے اور مستمع کی صفت وجد ہے اور سامع کی صفت وجود ہے۔“ جیسا کہ ہم اسے آئندہ اصل میں بیان کرتے ہیں۔

### اصل دوم۔ در بیان حقیقت تواجد

تواجد وہ حرکت ہوزوں ہے جو غلبہ سماع کے وقت بلا اختیار سننے والے سے صادر ہوتی ہے تو یہ حسن ہے اس لیے کہ یہ وجدان قلب کو مستعدی ہے اور وجدان قلب، وجود محبوب کی طرف داعی ہوتی ہے اور اس کی تائید میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول مبارک ہے جبکہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

نے تواجہد کو لہو و لعب پر محمول کیا تھا۔ حضور اکرم نے فرمایا اے معاذیہ! جو شخص ذکر محبوب کے سنتے کے وقت وجد و حرکت میں نہیں آتا وہ صاحب کرامت نہیں ہے۔ سیدنا جنید بغدادی رحمۃ اللہ سے تواجہد کے بارے میں سوال کیا گیا، تو فرمایا اللہ تعالیٰ نے یوم میثاق، ارواح کو مخاطب کر کے فرمایا اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ (کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟) تو اس وقت تمام روہیں اپنے رب کے کلام کی سماعت پر جھوم اٹھیں۔ لہذا جب روہیں سماع کو سنہتی ہیں، تو اس پر وجد و حرکت میں آکر جھومنے لگتی ہیں۔ اس لیے بوقت سماع، اہتزاز یعنی وجد و حرکت میں آنا ممنوع نہیں ہے، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایسا کیا اور صحابہ کرام نے بھی ایسا کیا۔

مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے فرمایا اَنْتَ مَنِیْ دَوَاْنَا مِنْکَ (تم مجھ سے ہو، اور میں تم سے) تو اس پر حضرت علی مرتضیٰ جھومنے لگے اور حضور اکرم نے جب سیدنا جعفر سے فرمایا تم میری صورت و سیرت میں مشابہ ہو تو اس پر وہ جھومنے لگے اور حضور نے جب حضرت زید سے فرمایا کہ تم میرے بھائی اور میرے محبوب ہو، تو وہ جھومنے لگے۔ معلوم ہوا کہ مسرت و انبساط کے وقت جھومنا روح کی صفت ہے جیسا کہ سیدنا جنید بغدادی رحمۃ اللہ نے اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ دل کو حرکت و جنبش میں لاتا ہے۔ لہذا روح حرکت دینے والی ہے۔ اور دل، حرکت میں لایا ہوا۔ پھر جس وقت نغمہ سے روح جنبش میں آتی ہے اور قالب یعنی جسم اس کی پیروی کرتا ہے تو اس وقت تواجہد اور حرکت موزوں ہی صادر ہوتی ہے اس لیے کہ نغمہ بھی موزوں ہوتا ہے، تو لامحالہ تواجہد بھی موزوں ہی صادر ہوگا۔ اس انکار کی کسی کو گنجائش نہیں اس لیے کہ یہ وجد کرنے والے سے بے اختیار پایا جاتا ہے۔ لہذا تواجہد، رقص و ناچ کے

بالکل غیر ہے کیونکہ نایح۔ وقت میں حرکت، بناوٹی اور اختیار کے ساتھ ہوتی ہے۔ جیسا کہ غلبہ حرص ہوا کے وقت ریاکار اور احمق لوگ کرتے ہیں، یہ بالاتفاق حرام ہے۔

اب رہی تواجہ کی حرکت۔ اتنا اس کی بہت سی قسمیں ہیں، جو مختلف احوال میں عبادت ہوتی ہیں۔ ایک تواجہ کی حرکت، شدت و کرب کی ہے جو بوقت فریح، مذہوج کی مانند حرکت ہوتی ہے اور ایک حرکت ایسی ہوتی ہے جو طلب و استدعاء کے وقت پائی جاتی ہے، یہ حرکت اس پھیلی کی مانند ہوتی ہے جو خوشی و مسرت کے وقت ظاہر ہوتی ہے اس حرکت کی مثال اس پر وانہ کی مانند ہوتی ہے، جو روشنی کو دیکھ کر اس کی طرف بھٹتا ہے۔ لہذا کرب و یحینی نفس کی جانب سے اور طلب و استدعاء، دل کی جانب سے اور خوشی و انبساط روح کی جانب سے ہوتی ہے۔ غرض کہ اس قسم کا بہتر از یعنی جنبش و تواجہ اہل کمال کے ساتھ خاص ہے، جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کیساتھ اس قصیدہ مبارک پر جو عشق و محبت الہی سے لبریز تھا سن کر بھونکنے لگے تھے۔ اس کے دو شعر یہ ہیں

فَلَا طَيْبَ لَنَا وَلَا رَاحَةٍ

جسکانہ کوئی علاج ہے اور نہ منت رہے

فَعِنْدَهُ دُرُ قِيَّتِي وَتَرِيَا حَتَّى

اُسی کے پاس میرا منت رہے اور میری دوا ہے

ان اشعار کو سن کر اتنا وجد آیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک کاندھوں

لَقَدْ لَسَعَتِ حَبِيبَةَ الْهَوَى كَبِدِي

بلشبہ میرے جگر کو ایسے دسی کے سپ ڈنسا

إِلَّا الْجَبِيبُ الَّذِي شَفَعْتُ بِهِ

جز اس محبوب کے جس پر میں رافقہ ہوں

سے آپ کی چادر شریف گر پڑی۔

اب جبکہ تواجہ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے فعل سے ثابت ہے تو وہ عمل محمود ہوا۔ اگرچہ وہ عمل نظر میں بظاہر لعب ہے جیسا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لعب سے منسوب کر کے عرض کیا

اَلْاَحْسَنُ لِعِبَادِ رَسُولِ اللّٰهِ (اے اللہ کے رسول! آپ کا یہ لعب کتنا اچھا تھا) تو اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں منع فرمایا جیسا کہ ہم نے بیان کیا۔ اور تواجہ کے لیے ظاہر اور باطن ہوتا ہے، اس کا ظاہر وہ حرکات ہیں جو دکھائی دیتے ہیں اور اس کا باطن وہ غلبات ہیں، جو مخفی و پوشیدہ ہیں لہذا عمل ظاہر بیوں کے لیے ہزل یعنی لہو و لعب ہے، کیونکہ وہ غلبات سترہ پر مطلع ہی نہیں ہوتے ہیں اور اصحاب سر باطن کے نزدیک یہ ظاہری حرکت مستحسن ہوتی ہے۔ کیونکہ یہ علامت اشتیاق ہے جو مشاہد سترہ کے غلبہ سے رونما ہوتی ہے۔ ان کی نظر ظاہری حرکتوں کی طرف نہیں ہوتی چنانچہ یہ مستند حدیث ان دونوں حالتوں کی خبر دیتی ہے اور یہ صحیح ہے، اس میں کوئی شبہ نہیں ہے۔

اب رہا صاحب العارف کا اس میں متروک ہونا کہ حضرت معاویہ نے تواجہ کو لعب پر محمول کیا ہے، تو وہ شیخین ہیں اللہ کی نعمتوں پر شاکر و ذاکر ہیں وہ دن رات ظاہر و باطن ہمہ وقت اس کے ذکر سے غفلت نہیں کرتے، وہ صفات طالعہ سے زیادہ قریب ہیں لیکن انہیں نہ تو عشق کی حالت کی خبر ہے اور نہ غلبہ سماع کا شعور ہے اس لیے کہ ان دونوں کے درمیان ایسی مساوات لازم نہیں کہ ایک دوسرے کے بغیر نہ پایا جائے جیسا کہ ہمارے شیخ سیدنا، نظام الحق والدین محبوب الہی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ عارف باللہ، نجم الدین قدس سرہ سے ”فوائد الفوائد“ میں صاحب العارف کی منقبت میں نقل فرماتے ہیں کہ ”السان کے لیے جس قدر نعمتیں پائی جانی ممکن ہیں ایسی سب نعمتیں ان میں موجود تھیں، بجز عشق کی نعمت اور سماع کی نعمت کے چنانچہ ان دونوں نعمتوں کا اثر قوۃ صحو کے قوی ہونے اور عبادت میں بہت زیادہ مشغول ہونے کے سبب ان میں مفقود تھا لہذا صاحب العارف کا متروک

ہونا اس حدیث کے ضعیف ہونے پر دلالت نہیں کرتا بلکہ خود ان کے ضعف حال پر راجع ہوتا ہے اس لیے کہ اس حدیث کو ”قوت القلوب“ کے مصنف نے اپنی کتاب میں درج کیا ہے اور وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک سے زیادہ قریب بھی تھے اور سنن و آثار کے زیادہ عالم اور انکی صحت کو زیادہ جاننے والے تھے، مافہم

## الخاتمہ

واضع رہنا چاہیے کہ مذکورہ دونوں طبقوں کے درمیان مسئلہ سماع مختلف فیہ ہے، جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں۔ لہذا اباحت کسی ایک نے مانے کے ساتھ تنقید نہیں کیجا سکتی کہ کسی نے مانہ میں ہوا اور کسی نے مانہ میں ہوا اسی طرح اباحت اور حرمت بحر اطلاع وحی کے ثابت نہیں ہو سکتی اور مسئلہ وحی ہمارے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد منقطع ہے لہذا اس منکر شخص کا قول کیسے صحیح ہو سکتا ہے جس نے کہا کہ وہ لوگ سماع کے مستحق تھے چونکہ زمانہ سلف میں سماع مباح تھا، اور اب بالاتفاق حرام ہے اس لیے کہ ہمارے زمانہ میں اس کے اہل حضرات مفقود ہیں۔ منکر کا یہ کہنا وحی آنے اور غیب پر اطلاع پانے پر دعویٰ کرنا، اور یہ بالاتفاق کفر ہے کیونکہ مسئلہ وحی منقطع ہو چکی اور بالذات عالم الغیب ہونا یہ خدا کی صفت ہے۔ تو ثابت ہو گیا کہ یہ گمراہ لوگوں کا قول ہے اور مبتدع و گمراہ کے سواء کوئی ایسی بات کہہ ہی نہیں سکتا۔ غور سے سمجھو اور قول در سے محقق رہو۔ اور اس رسالہ پر چشم انصاف سے غور و فکر کرو یہاں تک کہ خلاف اختلاف متحقق ہو جائے اللہ تعالیٰ تمہیں اور میں اپنے نبی خاتم الانبیاء آل اطہار کے طفیل ساف صالحین کی متابعت کی توفیق مرحمت فرمائے آمین

بمّٰنہ تعالیٰ و کریم اس رسالہ مبارکہ کا ترجمہ مورخہ ۲۰ محرم الحرام ۱۳۸۵ھ مطابق ۲۲ مئی ۱۹۶۵ء کو ختم ہوا۔

فقیر اشرفی غلام معین الدین بغھی غفرلہ

# بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

## مسئلہ السماع

عارف باللہ، فنا فی اللہ، محقق یگانہ حضرت علامہ قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی (رحمۃ اللہ علیہ) رب العالمین، صلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین  
 اقبال (عارف باللہ حضرت علامہ قاضی) محمد ثناء اللہ (رحمۃ اللہ) بر خوردار  
 گرامی قدر محمد سالار، جعلہ اللہ من الاخیار والابرار، کہ تحریر فرماتے ہیں کہ میری  
 طرف سے سنت خیر الانام اور دعائے فلاح دارین اور اشتیاق ملاقات کے  
 بعد مطالعہ ہو کہ تمہارا خط فصیح عربی زبان میں موصول ہو کر موجب الشرح خاطر  
 ہوا۔ تم نے سماع کے مسئلہ کے متعلق لکھا ہے کہ اس زمانہ میں بکثرت لوگ مزامیر  
 یعنی ساز و باجے کیساتھ قوالی سنتے اور وجد میں آتے ہیں اور وجد کی حالت میں  
 حق حق کے نعرے لگاتے ہیں اور اس میں شک نہیں کہ راگ دگانا مطلق حرام  
 ہے۔ خصوصاً ایسا راگ جو مزامیر کیساتھ قطعی حرام ہے اسے حلال جاننے والا  
 اور اس کی حرمت میں کلام کرنیوالا کافر ہو جاتا ہے اور جب ایسے مقام پر اللہ کا  
 نام لیا جائے تو یقیناً اس سے کفر لازم آتا ہے جیسا کہ حاوی نے بیان کیا ہے کہ  
 ان ذکوا سمع من اسماء اللہ تعالیٰ عند ضرب المزامیر کفر

جواب تو اے بر خوردار! تمہیں زیبا نہیں ہے کہ اہل اسلام کی تکفیر میں  
 جلد بازی کا مظاہرہ کرو خصوصاً ایسے نازک وقت میں جبکہ یہ طعن اکابر دین،  
 رزقنا اللہ تعالیٰ مجتہم واتباعہم) تک پہنچتا ہو، محب صادق کو ہمیشہ یہ ملحوظ  
 رکھنا چاہیے کہ شاہ العالمین حضرت شیخ عبد القدوس سرہ الغرینہ باوجودیکہ  
 علم ظہر میں کامل اور علم باطن میں رفیع الشان تھے وہ مزامیر کے ساتھ کثرت

سے قوالی سنا کرتے تھے۔

گور خدا خواہد کہ پردہ کس درو میلش اندر طعنہ پاکاں برد

ور خدا خواہد کہ پوشید عیب کس کم زند در عیب معیوبان نفس

تکفیر مسلمین کا حکم

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا  
”من دعا رجلاً بالكفر أو قال عدواً لله وليس كالألک الاعاء علیہ (بخاری و مسلم)

جس نے کسی مسلمان کو کافر کہہ کے یا دشمن خدا کہہ کے پکارا اور وہ ایسا نہ ہو  
تو وہ قول اسی کہنے پر پلٹ جاتا ہے۔

جامع الفتاویٰ میں ہے کہ ”ینبغي للعالم اذا رفع اليه ان لا يبادر بكفر اهل

الاسلام ومع ان يلقضی باسلامه تحت ظلال السيوت (من الملتقط) عالم دین

کو نہ زور دے کہ جب اس کے سامنے کسی مسلمان کا ذکر کیا جائے تو وہ کسی

مسلمان پر حکم کفر لگانے میں جلد بازی سے کام نہ لے۔ باوجود اس کے اس نے

تواروں کے سایہ میں اپنے اسلام کا اظہار کیا ہو اس پر اسلام کا ہی حکم نکایا جائیگا

مخصوصاً عبادی میں ہے کہ ”اذا كانت في مسئلة وجوه أو جوب الكفر وجوب

واحد الذي يمنع التكفير فعلى المفتي ان يميل الى الوجه يمنع التكفير“ جس وقت کسی

ایک مسئلہ میں جند وجہ وجوب کفر کے ہوں اور ایک وجہ ایسی ہو جس میں

کفر کی مخالفت ہو تو مفتی کو لازم ہے کہ اس وجہ کو اختیار کرے جس میں کفر

کی مخالفت ہو۔

مزایم و غنا کی حرمت کے دلائل

اے برادر! اب تم مزایم و غنا کے حلال و حرام ہونے کی بحث سناؤ۔

اس بارے میں یہ ملحوظ خاطر رکھو کہ اس مسئلہ میں آیات و احادیث معارض

واقع ہوئی ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

اور کچھ لوگ کھیل کی بات خریدتے ہیں  
تاکہ اللہ کی راہ سے بہکا دیں بے سمجھے  
اور اسے ہنسی بنالیں ان کے لیے ذلت  
کا عذاب ہے -

ومن الناس من يشي لهو الخديت  
ليضل عن سبيل الله بغير علم ويتخذ  
هزواً اولئك لهم عذاب مهين  
(پا ع ۱۰)

یہ آیت کریمہ گانے باجے کی حرمت میں وارد ہوئی ہے  
ابو ابی الدیاء "ضم الملاہی" میں اور طبرانی "الکبیر" میں حضرت ابوامامہ  
رضی اللہ عنہ کی حدیث روایت کرتے ہیں کہ آدمی جب بھی گانے سکے ساتھ اپنی  
آواز بلند کرنا چاہے تو اللہ تعالیٰ دو ستیاں اس کو اس کے کندھوں پر بھتیجا ہے جو  
اس کے سینہ پر ایڑیاں مارتا رہتا ہے جب تک وہ خاموش ہو -

(مرفع ص ۱۰۸) بقرۃ العتبات اللہ شیطا ین علی منکبہا یضربان باعقابہما علی  
صدرہ حتی یتسک -

شیخ عبد الرحیم عراقی نے جو کہ احیاء العلوم کی سندوں کو بیان کرنے والے  
ہیں انہوں نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے طبرانی الاوسط میں ام المؤمنین  
حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ

ان الله حرم القیت وبعیها وشنها  
اور اس کی خریداری و قیمت کو اور  
وعلیہا -

اس کی تعلیم کو حرام کر دیا ہے - بیہقی نے کہا ہے کہ یہ حدیث محفوظ نہیں ہے  
امام بخاری نے مزامیر اور سامان لہو کی حرمت میں حضرت ابوعامر سے یہ  
حدیث روایت کی ہے جو ابوامامہ اشجری سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم نے فرمایا -

لیکون من امتی اقواہ یستحلون الخمر  
والخمر یر والمعارف  
میری امت کے کچھ لوگ ایسے ہونگے  
جو شراب ریشم اور مزامیر کو حلال ٹھانیں

امام بخاری کے نزدیک یہ حدیث تعلیق کے درجہ میں ہے۔ اسی لیے ابن حزم نے اسے ضعیف کہا ہے۔

ابوداؤد اسماعیل نے بروایت حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ متصلاً یہ حدیث روایت کی ہے۔

ان الله امرني ان احوال الامير والكبارا  
يعني البرابط والمغازف  
اور باجے کو مٹا دوں۔

حضرت فقیس بن سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ان الله حرم على الجنود والكوبة والقيان  
طرب، ساز و باجے اور گانے والی عورتوں کو حرام کر دیا ہے اور حضرت ابوامامہ کی حدیث میں گزر چکا ہے کہ شراب کو اور دف بجانے کو حلال جانے کو سبب اللہ تعالیٰ خواری کا عذاب دیگا۔ عبد الرحیم عراقی نے کہا کہ تمام حدیثیں ضعیف ہیں ابوالشیخ مرسلہ کھجول سے روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الاستماع الى الملاحی معصیتا“ ملاحی یعنی گانے باجے کو گانے سنانا گناہ ہے ابوداؤد نے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے کان میں جب گانے کی آواز پہنچی تو آپ نے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو کانوں میں ٹھونس لیں۔ ابوداؤد نے کہا کہ یہ حدیث منکر ہے۔

اصحاب سنین اربعہ نے حضرت عقبہ بن عامر سے روایت کی کہ

لهو المسلم باطل الاثنته تعلیم بقو  
مسلمان کا کھیلنا ان تین موقعوں  
فقاویہ بفرسہ وملاعبہ تیلہ  
کے سوا حرام ہے یعنی تیر اندازی کی  
مشق کرنا گھوڑے کو سدھانا اور بھیری سے دل لگی کرنا۔

بہیقی نے شعب الایمان میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی  
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا -

الغناء ینبت النفاق فی القلب کما ینبت الماء الذرع  
گانا دل میں اس طرح نفاق اگاتا ہے  
جس طرح پانی کھیتی کو اگاتی ہے  
غنا کے مباح ہونیکے دلائل

احادیث مذکورہ وہ تھیں جو غنا و مزامیر کی حرمت پر لوگ بطور دلیل  
لاتے رہے ہیں۔ اب کچھ ایسی حدیثیں بیان کی جاتی ہیں جو اباحت پر دلالت  
کرتی ہیں۔ چنانچہ

بخاری و مسلم حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت  
کرتے ہیں کہ وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس  
اس حال میں تشریف لاتے کہ انصار کی دوڑ لڑکیاں بناوت کی جنگوں پر  
گانے گارہی تھیں۔ اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق  
رضی اللہ عنہ ان کے پاس تشریف لائے تو دو لڑکیاں ان کے قریب بیٹھی  
دف بجا کر گارہی تھیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چادر مبارک پھیلتے  
آرام فرماتے۔ یہ صورت دیکھ کر حضرت صدیق نے ان لڑکیوں کو منع فرمایا  
اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے روتے زیا سے چادر شریف ہٹا کر  
فرمایا اے ابو بکر ان سے کچھ نہ کہو کیونکہ یہ ان کی خوشی کے دن ہیں۔ منبرہ  
سبیل الرشاد میں مذکور ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ  
رواقہ افروز ہوئے اور قبیلہ نبی بخاری میں فروکش فرمایا تو اس وقت نبی بخار  
کی لڑکیاں دف بجا کر یہ شعر گارہی تھیں۔

وخن جوالہ من بنی نجار وحنہ احمہل من ہار  
ہم قبیلہ بنی نجار کی لڑکیاں کتنی خوش قسمت ہیں کہ ہم محمد مصطفیٰ علی اللہ  
علیہ وسلم کے زیر سایہ ہیں۔

بیہقی نے دلائل النبوة میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا  
سے روایت کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب غزوہ تبوک سے واپس  
تشریف لائے تو مدینہ منورہ کی عورتوں نے یہ شعر گاتے ہوئے آپ کا استقبال کیا  
طلع البدر علینا من شہات الدواع وجب الشکر علینا ما دعی اللہ دواع  
امام غزالی رحمۃ اللہ نے ان شعروں کو خوش آوازی کے ساتھ دف بجا کر  
گانے کی تصریح کی ہے حالانکہ بیہقی کی روایت میں دف اور خوش آوازی  
کا کوئی ذکر نہیں ہے۔

ترمذی وابن ماجہ اور ابن سنی نے حضرت محمد بن ابن حاطب سے روایت  
کی اور ترمذی نے اسے حسن بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اعدال و  
حرام کے درمیان فرق ہے کہ بوقت نکاح دف بجا کرو اور خوش آوازی سے گائیں  
ترمذی نے غریب بتا کر حضرت عائشہ صدیقہ سے روایت کی کہ رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اعلنوا هذا النکاح واجعلوا فی المساجد اس نکاح کا اعلان کرو اور مسجدوں میں  
واضوئوا علیہا الدفوف۔ نکاح کرو اور اس پر دف بجاؤ۔

حضرت زبیر بن جراح نے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے  
اس رات تشریف لائے جس دن مجھے شہر کے گھر رخصت کر کے بھیجا گیا تھا۔  
تو حضور نے میرے بستر پر تشریف رکھی اور لڑکیاں دف بجا بجا کر ان اشعار کو  
گارہی تھیں جو بدر کے معرکہ میں پہلے ان کے خاندان کے افراد شہید ہوئے تھے اور  
ان کی یاد میں وہ تھے اسی اثنا میں ایک لڑکی نے یہ مصرعہ پڑھا عرو فی فیتا

نبی بعلمہ مافی غلبہ“ (اور ہم میں ایسا نبی تشریف فرما ہے جو علم رکھتا ہے کہ کل کیا ہوگا۔) اس پر رسول خدا نے ان سے فرمایا اس مصرعہ کو چھوڑ دو اور اپنا پہلا گیت ہی گائے جاؤ۔

امام بخاری نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ انہوں نے فرمایا ایک عورت رخصت کر کے ایک انصاری کے گھر وداع کی گئی تو حضور نے فرمایا کیا تھا۔ اسے پاس گانے بجانے کا سامان نہیں تھا؟ کیونکہ انصار گانے بجانے کو بہت محبوب رکھتے تھے۔

مسند ابن جبران میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا میرے پاس ایک انصاری لڑکی تھی جس کا میں نے نکاح کیا تھا۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے عائشہ! کیا تم نے گانے والی لڑکیوں کو نہیں بلایا؟ کیونکہ قبیلہ انصار کے لوگ گانے کو بہت محبوب رکھتے ہیں اور ابن ماجہ نے حضرت ابن عباس سے بھی اسی کی مانند حدیث روایت کی ہے۔ سنن نسائی میں حضرت عامر بن سعد سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں قرظہ بن کعب اور ابوسعود انصاری رضی اللہ عنہما کے پاس اس رات پہنچا جس شب میں نکاح ہوا تھا۔ میں نے دیکھا کہ لڑکیاں گارہی ہیں میں نے کہا اے مصاحبان رسول! اور اے اہل بدر! کیا تمہارے یہاں ایسے کام کیے جاتے ہیں؟ تو ان میں سے ایک نے مجھے فرمایا اگر تم چاہو تو ہمارے پاس بیٹھ کر سنو اور اگر چاہو تو چلے جاؤ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں تو نکاح میں گانے بجانے کی اجازت دیدی ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ تشریف لیے جا رہے تھے کہ اچانک باجے کی آواز مسبوغ فرمائی۔ آپ نے پوچھا یہ کیا ہو رہا ہے؟ لوگوں نے عرض کیا یہ ختنہ کی خوش

میں ہے اس پر آپ خاموش ہو گئے اور انہیں منع نہ فرمایا کہ

## فیصلہ

چونکہ راگ کی عادت اور حرمت میں متعارض نصوص آئی ہیں اس لیے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے احتیاطاً اس کی حرمت کا فتویٰ دیدیا ہے۔ جیسا کہ اصول کا قاعدہ ہے کہ دلائل کے تعارض کے وقت حرمت کو اباحت پر مقدم رکھتے ہیں یہاں تک کہ انہوں نے ولیمہ میں بھی گانا جائز نہیں رکھا۔ چنانچہ ہدایہ کی کتاب الکراہت میں لکھا ہے مَن عَرِيَ إِلَى وَلِيْمَةٍ أَوْ طَعَامٍ فَوَجَدَ لَهْوَ أَوْ غِنَاءً أَفْلَا بَأْسٌ أَنْ يَقْعُدَ وَيَا كُلُّ قَالَ أَبُو حَنِيفَةَ ابْتَلَيْتُ بِهَذَا مَرَّةٍ فَصَبَرْتُ قَالَ مَا حَبِبَ الْمَدَائِيَّةُ ذَلِكَ الْمُسْتَعْتَبُ عَلَى أَنَّ الْمَلَاحِي كَلَّمَاهَا مَرَّةً حَتَّى الْغِنَاءُ بِمَضْرِبِ الْقُصْبِ وَلَقَدْ قَالَ أَبُو حَنِيفَةَ ابْتَلَيْتُ لَأَنَّ الْإِبْتِلَاءَ بِالْمَحْرُومِ يَكُونُ — یعنی جو شخص ولیمہ یا کسی دوسری ضیافت میں مدعو کیا جائے، پس وہ (رواں) کھیل کا سامان یا گانا پائے تو وہاں بیٹھنے اور کھانا کھانے میں کچھ مضائقہ نہیں ہے اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں خود ایک بار اس میں مبتلا ہو گیا تھا تو میں نے صبر کیا تھا صاحب ہدایہ کہتے ہیں کہ یہ مسئلہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ کھیل کے سامان سب حرام ہیں یہاں تک کہ زسل مار مار کر گانا بھی حرام ہے اور اسی لیے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے مبتلا ہو گیا کا لفظ استعمال کیا ہے کیونکہ مبتلا ہونا حرام چیز ہی سے ہوتا ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے حرمت سرود کی احادیث کو اس گانے بجانے پر عمل کیا ہے۔ جو محض کھیل اور دل لگی کے لئے ہو۔ یا اس میں فتنہ کا خوف ہو۔ اور جو گانا بجانا کسی عزم من صحیح پر مبنی ہو۔ مثلاً نکاح کے اعلان یا ایسے

ہی کسی دوسرے امر اس کو وہ مباح سمجھتے ہیں۔ کتب حنفیہ میں بھی ایسی ہی روایت مذکور ہے۔ چنانچہ ہدایہ کی کتاب الغصب میں لکھا ہے طَبْلُ الْغَنَاءِ وَالذَّيْتِ الَّذِي يُبَاحُ مِنْهُ بِنَا فِي الْغُسِّ يُفْتَنُ بِاتِّلَافِهَا مِنْ غَيْرِ خِلَافٍ یعنی غازیوں کا نقارہ اور دف جس کا بجانا بیاہ میں مباح ہے۔ اس کے ضائع کرنے سے ذمہ داری لازم آتی ہے۔ اس میں کسی کا اختلاف نہیں۔

حجتہ الاسلام امام محمد غزالی رحمۃ اللہ اچھا العلوم میں لکھتے ہیں کہ راک کی حرمت میں جو حدیثیں وارد ہوتی ہیں وہ اس گانے پر محمول ہیں جو شہوت اور عشق مجازی سے دل کی شیطانی مرادیں پوری کرتا ہے لیکن جو گانا غنڈ کی محبت کرتا ہے۔ وہ محبوب ہے یعنی عبادت ہے اور جو گانا نہ شیطانی کی مراد پوری کرتا ہے نہ خدا کی محبت کرتا ہے وہ بذات خود مباح ہے جب گانا مستی شادی کے موقعوں پر خوشی بڑھاتا ہے تو اگر وہ خوشی مباح ہے۔ تو وہ گانا بھی مباح ہے چنانچہ عید کے روز اور نکاح کے موقع پر۔ اور کسی بچے کے عزیز کی آمد پر اور ولیمہ کی دعوت پر اور بچے کی پیدائش کی تقریب پر اور عقیقہ اور ختنہ کے دن اور حفظ قرآن کی آئین کے دن وغیرہ وغیرہ اور اس قول کو اکثر علماء حنفیہ نے بھی اختیار کیا ہے۔

خزانہ اور کافی میں لکھا ہے حُرْمَةُ الْغَنَاءِ وَغَيْرِهَا مَقِيْدٌ بِالْهَوْنِ مَا يَكُونُ بِغَيْرِ اللّٰهِ وَغَيْرِهَا فِي الْغُسِّ وَالْوَلِيْمَةِ وَاسْتِعْدَادِ الْغَنَاءِ وَالْقَافِلَةِ وَالْحُصُولِ رَحْمَةً قُلُوبِ عِبَادِ اللّٰهِ الْمُرْسِيَةِ عِنْدَ اللّٰهِ لَا تَكُونُ مَا عَلَى مَذْهَبِ الْحَنْفِيَّةِ۔ یعنی گانے بجانے وغیرہ کی حرمت لہو کے ساتھ مقید ہے اور گانا بجانا لہو کے بغیر کسی اور غرض کے لیے ہو۔ جیسے نکاح کے وقت اور ولیمہ میں۔ اور غازیوں کی تیاری یا تافلے کے کوچ کے وقت اور بندگان خدا یعنی صوفی لوگوں کے دل کو رست میں لانے کے لیے جن سے خدا راہی

ہے۔ حنفیہ کے مذہب پر حرام نہیں۔

**اتباع** میں ہے کہ اِنَّ السَّمَاعَ يَحْصِلُ بِهِ رِقَّةُ الْقَلْبِ وَالْخُشُوعُ وَثَارَةٌ تُشَوِّقُ بَقَاءَ اللَّهِ تَعَالَى وَالْخَوْفُ مِنْ سَخَطِهِ وَعَذَابِهِ وَمَا يُفِيقُ إِلَى ذَلِكَ قَسْبَةً وَإِذَا كَانَ السَّمَاعُ هَكَذَا فَكَيْفَ يَكُونُ فِيهِ مَثَابَةُ اللَّهِ وَالْهَوَاِ۔ یعنی راگ سننے سے رقت قلب اور خشوع اور وصال الہی کے شوق کا جوش اور اس کے قزو عذاب کا خوف پیدا ہوتا ہے اور جس امر کا نتیجہ یہ ہو وہ ایک عبادت ہے اور جب گناہ سنا ایسا ہو تو اس میں کھیل اور بہبودگی کا کیا دخل ہے۔

**حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رضی اللہ عنہ** جو اکابر علمائے ظاہر میں سے ہیں اور اولیاء اللہ کے رئیس ہیں۔ عوارف میں فرماتے ہیں کہ السَّمَاعُ يُسْتَجَلِبُ وَالرَّحْمَةُ مِنَ اللَّهِ الْخَيْرُ۔ یعنی سماع خداوند کی رحمت لاتا ہے۔ حضرت خواجہ خواجگان عالی شان خواجہ بہاؤ الدین نقشبند رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سماع کے بارہ میں فرمایا ہے کہ ”نہ انکار مے کفر نہ این کار میکنم“۔ یعنی میں نہ انکار کرتا ہوں اور نہ یہ کام کرتا ہوں۔ چونکہ ان کے طریقہ کے بنکمال اتباع سنت پر ہے اور یقین ہے کہ گناہ سنا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہما کا دستور نہ تھا اس لیے انہوں نے فرمایا کہ ”نہ این کار میکنم“ اور چونکہ ان کے نزدیک سماع کی حرمت ثابت نہیں تھی۔ اس لیے فرمایا کہ ”نہ انکار مے کنم“ اگر وہ حرام سمجھتے تو ضرور انکار کر دیتے اور ایک گناہ سے ضرور منع فرماتے۔

جب تم مذکورہ بالا تحقیق سن چکے ہو تو کہا جاسکتا ہے کہ تمہارا یہ کہنا کہ مطلق راگ ایک حرام فعل ہے۔ بالکل بجا ہے۔ مطلق گناہ کیونکر حرام ہو سکتا ہے جبکہ گانے کے بعض افراد ایسے ہیں کہ ان کو خود رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم نے جائز رکھا ہے اور پیر تم نے لکھا ہے کہ جو گانا ساز اور باجے کے ساتھ ہو اس کی حرمت کے منکر اور اس کے حلال سمجھنے والے کو کافر سمجھا جائے یہ قول بھی بیجا ہے۔ خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نکاح میں دف بجانے کا حکم دیا ہے اور امام مالکؒ نے اس کو نکاح کے صحیح جوہر کی شرط قرار دیا ہے اور جب اعلان نکاح کے لیے دف کا بجانا حلال یا مستحب ہو تو ڈھول اور نقارہ اور طبلہ وغیرہ میں بمقابلہ دف کے کوئی نافرمانی ہے۔ کھیل اور بیہودگی کے لیے سب حرام ہیں اور صحیح غرض کے لیے سب حلال ہو سکتے ہیں۔ نکاح کا اعلان ہر چیز سے ہو سکتا ہے۔ دف وغیرہ میں فرق کرنا ایک نامعقول بات ہے۔

مزایر کی حرمت کو تسلیم کر لینے کی تقدیر پر حرمت کو قطعی قرار دینے کے کیا معنی ہوں گے؟ دلیل قطعی صرف محکم آیت یا متواتر حدیث یا اجماع امت ہوتی ہے۔ اگر بالفرض وہ حرام ہے تو اس کی حرمت احادیث احاد سے ہے اور احادیث احاد دلیل ظنی ہے۔ ان سے جو امر ثابت ہوتا ہے۔ اس کے انکار سے کفر لازم نہیں آتا سماع کی حرمت احادیث سے ثابت ہے۔ اور امام مالک رضی اللہ عنہ اس کی حرمت کے قائل نہیں ہیں مگر وہ قرار دیتے ہیں۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ شطرنج کو مباح جانتے ہیں۔ حالانکہ وہ کھیل ہے اور اس کی حرمت احادیث سے ثابت ہے، جس ذبیحہ پر اللہ کا نام نہ لیا جائے وہ نص قرآن کی رو سے حرام ہے۔ مگر امام شافعی اس کو حلال کہتے ہیں۔ اور تاویل کرتے ہیں۔ شراب کے سوا باقی نشہ آور اشیاء جو مقوڑی ہوں اور نشہ نہ لائیں وہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حلال ہیں۔ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔  
 کہ مَا شَرَبْتُ كَثِيرًا مِنْهُ وَقَلِيلًا حَرَامٌ — یعنی جو چیز نشہ لائے بہت ہو یا

مقوڑی ہو حرام ہے۔

غرض کہ مزایر کو حلال سمجھنے والے کو کافر کہنا ہرگز جائز نہیں ہے اور وہ جو حاوی میں قدسی نے لکھا ہے کہ باجا بجاتے وقت اللہ کا نام لینا کفر ہے تو اس سے مراد یہ ہے کہ مطرب جب لہو و سیہ و دگی کے طور پر دف بجائے اور بجاتے وقت بسم اللہ کہے تو یہ کفر ہے اس لیے کہ اس نے ایک ناجائز فعل کے ساتھ خدا کا نام لے کر اس کی بے ادبی کی ہے۔ یہ مطرب نہیں کہ ایک دف بجاتا ہو۔ اور دوسرا شخص خدا کے ذکر میں مشغول ہو اور حق حق کہتا ہو۔ اگر یہ کہا جائے کہ حضرات کا اہل غنا کے حق میں یہ کہنا کہ لا اِلهَ اِلاَّ هُوَ یعنی جو اس کے اہل ہیں اُن کو مباح ہے۔ حق ہے۔ لیکن موجودہ درویش لوگ اس کے اہل نہیں ہیں۔ یہ لوگ تکلف اور بناوٹ کے ساتھ وجد کرتے ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ یہ نہ کہنا چاہیے کہ اس زمانے میں کوئی شخص اس جماعت سے نہیں ہے جو اس کی اہل حق۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لَا يَزَالُ مِنْ أُمَّتِي أُمَّتٌ قَائِمَةٌ بِأَمْرِ اللَّهِ لَا يَفُتُّهُمْ مِنْ خَدِّ لَهْمٌ وَلَا مِنْ خَالْفَتِهِ۔ یعنی میری امت میں برابر ایک ایسا گروہ موجود رہے گا جو خدا کے حکم پر قائم ہو گا ان کی مخالفت کرے گا اور فرمایا مَثَلُ أُمَّتِي كَمَثَلِ الْهَظْلِ لَا يَذَرِي أَوَّلَهَا خَيْرٌ أَوْ آخِرَهَا یعنی میری امت کی مثال مینہ کی سی ہے جس کی نسبت معلوم نہیں کہ اس کا اول اچھا ہے یا آخر۔ برادر من! اہل وجد تین قسم کے ہیں۔ ایک تو اہل کمال ہیں جو کے باطن میں ورد الہی پیدا ہو جاتا ہے اور ان کو بے اختیار کر دیتا ہے۔ یہ حجت خدائی گروہ ہے۔ ان کا انکار خرابی دین کا موجب ہے حدیث قدسی میں آیا ہے مَنْ عَادَى لِي وَلِيًّا بَارَزَنِي بِالْمِحَارِبَةِ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) یعنی

جس شخص نے میرے دلی (دوست) سے عداوت کی وہ میرے مقابلہ کو نکلا  
 (یہ حدیث بخاری و مسلم دونوں نے روایت کی ہے) دوسرے وہ لوگ ہیں  
 جو اعلیٰ حالات کو پیدا کرنے کے لیے راگ سنتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اس  
 تدبیر سے واروات حاصل کریں۔ یہ بھی محمود ہے تیسرے وہ لوگ ہیں جو ریا  
 کے طور پر وجد کرتے ہیں تاکہ لوگ ان کو اہل کمال سمجھیں حالانکہ وہ کوئی بھی کتاب  
 نہیں رکھتے۔ یہ لوگ ناسق اور بدعتی ہیں۔ ریا سے نماز پڑھنی شرک خفی ہے  
 هَكَذَا قَالَ الْغَزَالِيُّ رَحِمَهُمُ اللَّهُ التَّوَّاجِدُ بِالْتَّكْلِيفِ مِنْهُ مَا هُوَ مِنْدُومٌ  
 وَهُوَ الَّذِي يَقْبِضُ بَيْنَ التِّيَّاءِ وَاطِّهَارِ الْأَحْوَالِ الشَّرِيفَةِ مَعَ الْأَفْلَاسِ  
 عَنْهَا وَمِنْهَا مَا هُوَ عَمُودٌ وَهُوَ التَّوَصُّلُ إِلَى السُّلْطَانِ الْأَحْوَالِ الشَّرِيفَةِ  
 وَالتَّكْلِيفِ وَأَسْتَحْصَالِهَا بِالْحِيلَةِ فَإِنَّ لِلْكَسْبِ مَدَّ خَلَا فِي الْغَيْبِ الْأَحْوَالِ  
 وَلِذَا لَمْ يَأْمُرْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بَلَدٌ لَمْ يَحْفَظْهُ  
 الْبُكَاءُ فِي قِرَاءَةِ الْقُرْآنِ عِيَانِي وَتِيهَانِي فَإِنَّ هَذِهِ الْأَحْوَالُ قَدْ  
 تَكَلَّفُ فِي مَبَادِيهَا ثُمَّ يَتَحَقَّقُ أَوْ خَرَمًا — یعنی اسی طرح امام غزالی  
 رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تکلف سے وجد کرنے کی ایک قسم مذموم ہے اور یہ  
 وہ ہے جس سے دکھاوا اور احوال شریفہ کا اظہار مقصود ہو۔ باوجودیکہ ان  
 فضائل سے محروم ہوں اور ایک قسم وہ ہے جو محمود ہے اور وہ احوال شریفہ  
 کی تلاش کا ذریعہ ڈھونڈنا اور ان احوال کو اس تدبیر سے کرنا اور حاصل کرنا  
 ہے کیونکہ کسب کو احوال پیدا کرنے میں بڑا دخل ہے اور اس لیے رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم نے شخص کو جسے قرآن کی قراءت میں روانہ آئے ارشاد  
 فرمایا ہے کہ وہ تکلف سے رونی صورت اور نگین شکل بنائے کیونکہ ان سے  
 حالات میں کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ان کے شروع شروع میں تکلف کیا جاتا ہے  
 اور انجام کار وہ احوال سچ سچ پیدا ہو جاتے ہیں۔

پس یاد رکھنا چاہیے کہ سماع میں جس شخص کو وجہ طاری ہوتا دیکھیں  
اس کا انکار نہیں کرنا چاہیے اور بدظنی نہ رکھنی چاہیے۔ مسلمانوں میں حسن ظن  
واجب ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ **لَوْلَا إِذْ سَمِعْتُمُوهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنِينَ**  
**فَأَنَّهُمْ بَاتِلَةٌ بِنَفْسِهِمْ خِيْرًا ط**

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے **إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِشْكٌ**۔ یعنی بعض ظن  
بھاری گناہ ہے پس کسی شخص کے حق میں بدگمانی کرنے والا بدگمانی کی وجہ  
تے خود فاسق ہو جاتا ہے وہ دوسرا شخص فاسق ہو یا نہ ہو۔ قرآن مجید میں  
قول معروف **وَالَّذِينَ كَفَرُوا هُمْ أَكْثَرُ فَاسِقِينَ**۔ **وَالَّذِينَ كَفَرُوا هُمْ أَكْثَرُ فَاسِقِينَ**  
**فَعَلَيْكُمْ كَذِبًا وَأَنْتُمْ كُنْتُمْ صَادِقًا يُؤْمِنُ بَعْضُ الَّذِينَ لَا يُعَذِّبُكُمْ**۔ یعنی اگر  
وہ شخص جھوٹا ہو گا تو اس پر اس کے جھوٹ کا گناہ ہے اور اگر سچا ہو گا تو تم کو  
بکھ نہ کچھ۔ (عذاب پہنچے گا جس کا تم سے وعدہ کرتا ہے)۔

ہر کرا جامہ پارسا بینی پارساوان و نیک مروانکار  
جن کو تو لباس پارسائی پہنے دیکھے اس کو پارسا سمجھ اور نیک مروانکار  
شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

مرا پیر دانا نے روشن شہاب وہ اندر ز فرمود بر روی آب  
یکے آنکہ بر خویش خود بین مباشرت ہم آنکہ بر غیر بدین مباشرت  
یعنی مجھ کو پیر دانا روشن دل حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی نے دریا  
پر دو نصیحتیں کیں۔ ایک تو یہ کہ اپنے آپ کو بہ نظر پسندیدگی نہ دیکھا کرو و ہم یہ  
کہ دوسرے کو بہرہ کی نظر سے نہ دیکھو۔

یہ تمام طویل کلام نصیحت کی عرض سے ہے جو لکھی گئی ہے۔  
نصیحت گوش کن جاننا کہ از جاں دوست تروارند  
جو انان سعادتمند پسند پیر دانا را

از حضور سیدنا و اتا گنج بخش محمد و علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ  
(از کشف المحجوب شریف)

## وحد وجود اور تواجد کے مرتبہ کے بیان میں

وحد وجود دونوں مصدر ہیں وحد کے معنی اندوہ و غم اور وجود کے  
معنی پانے کے ہیں جب دونوں کا فاعل ایک ہو تو مجز مصدر کے دونوں  
میں کوئی فرق نہیں ہوتا جیسا کہ کہا جاتا ہے - وحد، یحد، وجوداً و  
وحداً اور جیسے وحد یحد وحداً جس کے معنی اندوہ گین کے ہیں  
نیز جب تواجد کی شے معنی میں ہوگا تو وحد یحد وحدۃً مستقل ہوگا تو  
وحد یحد موجودۃً مستقل ہوگا - یہ سب مصادر ہیں نہ کہ افعال و مشققات  
اور اہل طریقت کے نزدیک وحد اور وجود سے ان دو حالتوں کا اثبات  
ہے جو سماع میں ظاہر ہوتا ہے کہ ایک تو غم و اندوہ کو شامل ہوتا ہے اور  
دوسرا مراد پانے میں کامیاب ہوتا ہے اور غم و اندوہ کی حقیقت محبوب کا  
گم ہونا اور مراد کا پانا ہے اور پانے کی حقیقت مراد کا حاصل ہونا ہے اور  
حزن و وحد کے درمیان فرق یہ ہے کہ حزن اس غم کو کہتے ہیں جو اپنے  
نصیب میں ہر اور وحد اس غم کو کہتے ہیں جو محبت کے طریقہ پر دوسرے  
کے نصیب میں ہو یہ تمام تفسیرات طالب فی صفت ہے والحق لا یتغیر  
(حق تبارک و تعالیٰ بغیر پذیر نہیں ہوتا) اور وحد کی کیفیت، لفظ و عبارت میں نہیں  
بیان کی جاسکتی - اس لئے کہ وہ معائنہ میں غم و الم ہے اور الم کی کیفیت  
قلم سے لکھی نہیں جاسکتی - لہذا وحد ایک باطنی حالت ہے جو طالب و مطلوب  
کے درمیان ہوتی ہے - کیونکہ کشف میں باطنی حالت کا بیان اور اس کے  
وجود کی کیفیت کا نشان و اشارہ صحیح نہیں ہو سکتا اس لئے کہ مشاہدہ

میں ایک خوشی ہے اور خوشی طلب سے نہیں مل سکتی۔ لہذا وجود ایک فضیلت ہے جو محبوب سے محب کو ملتی ہے اور اس کی حقیقت کا اظہار و اشارہ ناممکن ہے۔ میرے نزدیک وجد کو الم و غم پہنچنے کا نام ہے خواہ خوشی سے ہو یا غم سے، خواہ تکلیف سے ہو یا راحت سے اور وجود دلی غم کا آلہ ہے اور اس سے مراد سچی محبت ہے۔ واجد کی صفت جوش و شوق کی حالت میں حرکت کی ہوگی یا کشف کی حالت میں مشاہدہ کے حال میں سکون کی ہوگی اما زفیرو اما نغیر اما حین اما این اما طیت اما عیت اما کرب اما طوب۔ لیکن آہ کھینچنا، فریاد کرنا، گرہ زاری، غصہ کرنا، راحت پانا، تکلیف اٹھانا اور خوش ہونا۔

اور مشائخ طریقت کا اس میں اختلاف ہے کہ وجد مکمل ہوتا ہے یا وجود مریدوں کی صفت ہے اور وجد عارفوں کی مدح اور جبکہ عارفوں کا درجہ مریدوں سے زیادہ بلند ہوتا ہے تو لازم آتا ہے ان کی صفت بھی ان سے بلند اور کامل تر ہو اس لئے کہ جو چیز حاصل ہونے اور پانے کے تحت آتی ہے وہ مدرک (سمجھ میں آنے والی) ہوتی ہے اور موصوف و صفت ایک ہی جنس کے ہوتے ہیں اور یہ کہ اور اک حد کا اقتضا کرتی ہے اور حق تعالیٰ بے حد ہے لہذا بندہ کا پانا بجز شرب و عمل کے نہ ہوگا اور جس نے نہ پایا وہ طلبگار ہوتا ہے اور اس میں طلب منقطع ہوتی ہے اور وہ اس طلب سے عاجز ہوتا ہے اور وجد ان کی حقیقت ہوتی ہے۔

اور ایک گروہ یہ کہتا ہے کہ وجد مریدوں کی سوزش ہے اور وجود محبوبوں کا تحفہ اور مریدوں سے محبوبوں کے درجہ کی بندی چاہتی ہے کہ طلب سوزش سے تحفہ کے ساتھ مکمل اور زیادہ آرام پائے اس معنی کی وضاحت نہیں ہو سکتی بجز کسی حکایت کے وہ حکایت یہ ہے کہ :-

ایک دن حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ اپنے حال کے جوش میں حضرت جنید

بہزادی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آئے انہوں نے ان کو غلگین پایا دریافت کیا اسے  
 شیخ کیا ہوا ہے؟ حضرت جنید نے فرمایا من طلب وجد (جس نے چاہا پایا)  
 حضرت شبلی نے کہا لا بل من وجد طلب (نہیں بلکہ جس نے پایا وہ طالب ہوا)  
 اس جگہ اس کے معنی میں مشائخ فرماتے ہیں کہ ایک نے وجد کا پتہ دیا دوسرے  
 نے وجود کا اشارہ کیا۔ مگر میرے نزدیک حضرت جنید رحمۃ اللہ کا قول معتبر  
 ہے اس لیے کہ بندہ جب جان لیتا ہے کہ اس کا معبود اس کی جنس کا نہیں  
 ہے تو اس کا غم طویل ہو جاتا ہے۔ اس بحث کو اس کتاب میں بیان کر چکا ہوں۔  
 مشائخ طریقت کا اس پر اتفاق ہے کہ وجد کے غلبہ سے علم کا غلبہ زیادہ  
 قوی ہوتا ہے اس لیے کہ جب قوت وجد کے غلبہ کو ہوتی ہے تو واجد خطرے کے  
 محل پر ہوتا ہے اور جب قوت علم کے غلبہ کو ہوتی ہے تو عالم امن کے محل میں ہوتا  
 اس ساری بحث و کلام کا مقصود یہ ہے کہ طالب ہر حال میں علم و شریعت  
 کا فرمان بردار رہے کیونکہ جب وجد سے مغلوب ہو جاتا ہے تو اس سے خطا  
 اٹھ جاتا ہے اور جب خطاب اٹھ جائے تو ثواب و عقاب بھی اٹھ جاتا ہے۔  
 اور جب ثواب و عقاب اٹھ جائے تو عزت و ذلت بھی اٹھ جاتی ہے اس  
 وقت اس کا حکم دیوانوں، پاگلوں کے مانند ہوتا ہے نہ کہ اولیاء و مقربوں کی  
 مانند اور جب بندہ کے حال کے غلبہ پر علم کا غلبہ غالب ہو تو بندہ اوامر و نواہی  
 کی پناہ گاہ میں ہوتا ہے اور عزت کے محل میں مقیم اور ہمیشہ صاحب شکر ہوتا ہے  
 پھر جب علم کے غلبہ پر حال کا غالب ہو تو بندہ حدود سے خارج ہو کر اپنے  
 نقص کے محل میں خطاب سے محروم ہو جاتا ہے اس وقت یا تو معذور ہوتا  
 ہے یا مغرور بعینہ ہی معنی حضرت جنید کے قول کے ہیں جو انہوں نے فرمایا  
 اس لیے کہ ڈوہی راستے ہیں ایک علم سے دوسرے عمل سے اور عمل  
 علم کے بغیر ہو اگرچہ بہتر ہو مگر جہل و نقص ہے اور علم جو عمل کے بغیر ہو،

عزت و شرف رکھتا ہے۔ اسی ہمارے حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کفر اہل الہمتہ اشرف من اسلام اہل المنیتہ۔ اہل ہمت کا کفر آرزو رکھنے والے اسلام سے بزرگ تر ہے۔

مطلب یہ کہ اہل ہمت پر کفر کی کوئی صورت نہیں بنتی اگر سوچا جائے تو اہل ہمت جو کفر کے ساتھ آرزو مند ایماندار سے زیادہ کامل ہوتا ہے۔ حضرت جنید رحمۃ اللہ نے حضرت شبلی رحمۃ اللہ کے بارے میں فرمایا الشی سکران ووافق من سکرہ لجاؤ منذر اما یتفع بہ یعنی شبلی مست ہے اگر وہ اپنے نشہ سے افاقہ پا جائیں تو ایسے ڈرانے والے ہوں کہ کوئی بھی ان سے فائدہ حاصل نہ کر سکے۔

ایک حکایت میں ہے کہ حضرت جنید حضرت محمد بن سیرین اور حضرت ابو العباس بن رحمۃ اللہ علیہم ایک جگہ جمع تھے تو ان نے چند اشعار گائے۔ دونوں باہم وجد (تواجد) کرنے لگے اور حضرت جنید کن بیٹھے رہے، وہ کہنے لگے اے شیخ تمہارے نصیب میں اس سماع سے کچھ حصہ نہیں ہے حضرت جنید نے اللہ تعالیٰ کا یہ قول پڑھا تھبھا جامدہ وھی تدمر المسحاب۔ یعنی تم ان کو جامد گویا ٹھہرا ہوا گمان کرتے ہو حالانکہ وہ گزرنے والے بادلوں کی مانند گزر جاتے ہیں۔

لیکن وجد کی حالت میں تواجد تکلف ہے اور تواجد یہ ہے کہ انعام و ثواب حق کو دل پر پیش کرنا اور وصل و آرزو کی فکر کرنا جو افراد دل کا کام ہے اور ایک گروہ اس میں صرف رسموں کی پابندی میں پڑا ہوا ہے جو ظاہری حرکات کی تقلید کرتا ہے اور باقاعدہ رقص کرتا اور ان کے استراحت کی نقل اتارتا ہے یہ حرام محض ہے۔

اور ایک گروہ محقق و ثابت قدم ہے اس میں ان کی مراد مشائخ کے

درجات اور ان کے احوال طلب ہے نہ کہ خالی رسموں اور حرکتوں کی پیروی  
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من تشبہ بقوم فهو منهم یعنی جس نے  
جس قوم کی مشابہت کی وہ انہیں میں سے ہے اور یہ بھی ارشاد ہے کہ  
اذا قرءتم القرآن فابکوا فان لم تبکوا فتابوا یعنی جب تم قرآن پڑھو تو  
رو رو پھر اگر تم نہ رو سکو تو رونے کی شکل بنا لو۔

یہ احادیث تواجہ کی اباحت میں ناطق و شہد ہیں اسی واسطے ایک  
بزرگ فرماتے ہیں کہ میں ہزار میل جھوٹے چلتا ہوں تاکہ ان میں سے کوئی  
ایک قدم سچا ہو جائے اس سلسلہ میں اس سے بڑھ کر بحث ہے لیکن  
میں اسی پر اکتفا کرتا ہوں واللہ اعلم بالصواب۔

رفق اور اس کے متعلقات میں شریعت و طریقت میں رفق

کی کوئی اصل نہیں ہے اس لیے کہ تمام عقلاء کا اتفاق ہے کہ یہ ایک  
بہود و کھیل ہے جبکہ بکوشش ہو اور جب یہودگی سے ہو تو لغو ہے کسی  
ایک بزرگ نے بھی اسے پسند نہیں رکھا ہے اور نہ اس میں مبالغہ کیا ہے  
اور اس میں اہل حشو کا ہر قدم با ثبوت جو بھی وہ لائیں سب باطل پرستی  
ہو گا جیسے کہ یہ کہیں کہ وجد کی حرکتیں اور اہل تواجہ کے معاملات رفق  
کے مانند ہوتے ہیں۔ اور یہودہ لوگوں کا ایک گروہ ان کی تقلید کرتا ہے  
اور وہ اس میں غلو کرتا ہے اور اسے انہوں نے اپنا مذہب بنا لیا ہے۔

اور میں نے عام لوگوں کو دیکھا ہے کہ وہ یہ گمان کرتے ہیں کہ تصوف کا  
مذہب اس کے سوا ہے ہی نہیں۔ انہوں نے اسے اختیار کر لیا ہے اور  
ایک گروہ تو ان کی اصلیت کا ہی منکر ہو گیا ہے غرض کہ رفق شرعاً اور

عقلاً تمام لوگوں کے لیے بڑا ہے اور یہ محال ہے بزرگ لوگ ایسا کریں  
لیکن جب دل کو کوئی خفت و سبکی نمودار ہوئی اور اس خفت نے

باطن پر غلبہ کیا اور وقت نے قوت پکڑی تو حال نے اپنا اضطراب ظاہر کیا اس وقت تربیت و رسوم جاتی رہیں۔ وہ اضطراب جو نظر آتا ہے نہ تو وہ رقص ہے نہ پائے بازی ہے اور نہ وہ طبع کی پرورش ہے کیونکہ اضطراب کی حقیقت تو جان کو گھلانا ہے اور یہ بات تو راستی سے بہت دور ہے کہ اس اضطراب کو رقص کہہ دیا جائے۔ حالانکہ یہ اضطراب ایسا حال ہے جسے گویائی سے بیان نہیں کیا جاسکتا۔ من لم یذق لا یدری النظر فی الاحداث۔ یعنی جس نے اس کا مزہ نہ چکھا وہ محدثا میں غور و فکر نہیں کر سکتا۔ غرض کہ نو عمروں کو دیکھنا اور ان سے صحبت کرنا ممنوع ہے اور اسے جائز رکھنے والا کافر ہے۔ اس سلسلہ میں جو بھی کوئی دلیل لائے۔ وہ بطلالت و جہالت کا ثبوت دیتا ہے میں نے جاہلوں کا ایک گروہ دیکھا ہے کہ وہ اہل طریقت پر ایسی تمت رکھ کر منکر ہو گیا ہے اور ایک گروہ کو ایسا بھی دیکھا ہے جس نے اسے اپنا مذہب بنا لیا ہے۔ تمام مشائخ رحمہم اللہ نے اسے آفت جانا ہے یہ اثر حلوئیوں نے باقی رکھا ہے اللہ تعالیٰ ان پر لعنت برسا ہے تمام اولیاء اللہ، صوفیائے کرام اس سے منزہ رہیں۔ واللہ اعلم۔

کپڑے پھاڑنا کپڑے پھاڑنا صوفیائے کرام کے درمیان مشہور عادت ہے اور بڑے بڑے اجتماع میں جس میں اکابر مشائخ موجود ہوتے صوفیوں نے کپڑے پھاڑے ہیں میں نے علماء کے ایک گروہ کو دیکھا ہے جو اس کے منکر ہیں اور کہتے ہیں کہ درست کپڑے کو پھاڑنا جائز ہے اور یہ فساد ہے اور یہ محال ہے کہ کسی فساد سے جس سے ان کی مراد صلاح ہو درست ہو۔ تمام لوگ درست کپڑے کو پھاڑتے اور کاٹتے ہیں پھر اسے سیتے ہیں مثلاً استین، تنہ، دامن، جیب وغیرہ ہر ایک

کو جدا جدا کرتے پھر درست کرتے ہیں۔ اس میں کوئی فرق نہیں ہے کہ کوئی کپڑے کے تلو ٹکڑے کرے پھر انہیں سیئے اور کوئی پانچ ٹکڑے کرے اور انہیں اس لیے باوجودیکہ ہر وہ ٹکڑا جو پھاڑا گیا ہے اسے سی دیا جاتا ہے اس سے ایک مومن کے دل کی راحت ہے اور اس سے جو گدڑی تیار ہوتی ہے وہ ان کی ضرورت کو پورا کرتی ہے اگرچہ طریقت میں کپڑا پھاڑنے کی کوئی اصل نہیں ہے البتہ سماع میں اسے درستگی کی حالت میں پھاڑنا نہ چاہیئے کیونکہ یہ اسراف کے سوا کچھ نہ ہوگا۔ لیکن اگر سننے والے پر ایسا غلبہ طاری ہو جائے جس سے خطاب اٹھ جائے تو وہ بے خبر اور معذور ہے جب کسی کا یہ حال ہو جائے اگر کوئی جماعت اس کی موافقت میں کپڑے پھاڑ لے تو جائز ہے۔ اہل طریقت کے کپڑے پھاڑنے کے سلسلہ میں تین قسم کے لوگ ہیں ایک وہ ہے جو درویش خود اپنے کپڑے پھاڑے یہ غلبہ کے حکم میں سماع کی حالت میں ہوتا ہے دوسرے وہ ہے کہ جماعت اور اصحاب مرشد و ممتد اس کے حکم سے کپڑے کو پھاڑتے ہیں کوئی استغفار تو بہ کی حالت میں کسی جرم کے سبب کپڑے پھاڑتا ہے اور کوئی وجد و سر کی حالت میں کپڑے پھاڑتا ہے ان سب میں مشکل ترین وہ کپڑے پھاڑتا ہے جو سماع میں کرتے ہیں۔ یہ دو قسم کے ہیں ایک مجروح یعنی زحنی دوسرے درست مجروح کی دو شرطیں ہیں یا کپڑے کو سی دیں پھر یہ جماعت اسے دیدے یا سی اور درویش کو دیدیں یا تبرک کے طور پر پھاڑ کر تقسیم کر دیں لیکن جب درست ہو تو دیکھنا چاہیئے کہ کپڑا پھاڑنے اور پیکیدینے سے سننے والے درویش کی کیا مراد ہے۔ اگر مراد وصال کو دینا ہے تو اسے دے دیا جائے اور اگر مراد جماعت کو دینا ہے تو انہیں دے دیا جائے اور اگر کوئی مراد نہ ہو تو نہی وصال دیا تو مرشد کے حکم کے مطابق عمل کیا جائے۔

جیسا مرشد حکم دے، اگر جماعت کو دینے کا حکم دے تو پھاڑ کر تقسیم کر دیں  
یا کسی ایک درویش کو دینے کا حکم دیں تو اسے دے دیں یا قوال کو دے دیں  
لیکن اگر قوال کو دینا ہو تو درویش یا اصحاب کے مراد کی موافقت بشرط نہیں  
ہے اور جب اتفاق ہو تو پھر درویش کا کپڑا قوال کو نہ دیں کیونکہ یہ نااہل  
کو دینا ہوتا ہے اور وہ کپڑا درویش نے تو حالت اختیار میں دیا ہوگا۔ یا  
حالت اضطرار میں۔ اور دوسروں کو اس میں کچھ موافقت نہیں ہے۔  
لہذا اگر جماعت کے ارادے پر کپڑا جدا ہوا ہے یا ان کی مراد کے بغیر تو اس  
مراد کی موافقت شرط ہے اور جب جماعت کپڑا پھینکنے میں متفق ہو تو مرشد  
کو لازم نہیں کہ وہ درویشوں کے کپڑے قوال کو دے۔ لیکن یہ جائز ہے  
کہ کوئی محب ان کی طرف سے کوئی چیز قوال پر قربان کرے اور ان کے کپڑے  
درویشوں کو لوٹا دے یا پھاڑ کر سب کو تقسیم کر دے اور اگر کپڑا مغلوبی  
کی حالت میں گر پڑا ہے اس میں مشائخ اختلاف کرتے ہیں اکثر یہ کہتے  
ہیں کہ اس حدیث کی موافقت میں قوال کا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم  
نے فرمایا۔ من قتل قتیلًا فلا سلب۔ (جس نے مقتول کو مارا مقتول کا  
اسی کا ہے) مگر قوال کو نہ دیں تو طریقت کے حکم سے باہر نکلتا ہے اور ایک  
گروہ کہتا ہے اور یہ میرا بھی پسندیدہ ہے کہ بعض فقہاء کا مذہب ہے  
کہ مقتول کا سامان بادشاہ کی اجازت کے بغیر قائل کو نہ دیا جائے۔  
ایسے ہی طریقت میں بھی مرشد کے حکم کے بغیر وہ کپڑے قوال کو نہ دیں اگر  
مرشد چاہے کہ قوال کو نہ دیا جائے کسی اور کو دے دیا جائے تو کوئی عرج  
نہیں ہے واللہ اعلم بالصواب۔

آداب سماع آداب سماع کی شرط یہ ہے کہ جب تک ضرورت  
نہ ہو نہ کرے اور اسے اپنی عادت نہ بنائے کبھی کبھی سماع کر لے تاکہ اس

کی غفلت دل سے نہ جٹئے اور لازم ہے کہ جب تم سماع کرو تو کوئی مرشد اس جگہ موجود اور سماع کا مقام عوام سے خالی ہو۔ اور قوال عدوت والے ہوں اور دل مشغولیتوں سے خالی اور طبیعت بہود کھیل سے نفرت کرنے والی ہو اور درمیان سے تکلف کو اٹھا دیا جائے اور جب تک سماع کی قوت ظاہر نہ ہو نہ سننے یہ شرط نہیں ہے کہ اس میں مبالغہ کرو اور جب قوی ہو تو یہ شرط نہیں ہے کہ اپنے سے دور کرو اور قوت کے پیرو کار ہو جاؤ۔ جیسا کہ اقتضائے دلیا کرو اگر طائے تو ہو اور اگر ساکن رکھے تو ساکن رہو۔ طبعی قوت اور وجد کی حرفت سوزش کے درمیان فرق کرو۔ سننے والے پر لازم ہے اس میں اتنی قوت دیدار ہو کہ وارِد حق قبول کر سکے اور اس کا حق ادا کر سکے اور جب وارِد حق کا غلبہ دل پر ظاہر ہو تو اسے بتکلف اپنے سے دور نہ کرے۔ جب سننے والے کی طاقت برداشت جاتی رہی تو بتکلف جذب نہ کرے اور لازم ہے کہ حرکت کی حالت میں کسی سے مدد کی امید نہ رکھے اور اگر کوئی مدد کرے تو منع بھی نہ کرے اور اس کی مراد اور اس کی نیت کو نہ آزمائے کیونکہ اس میں آزمائے والے کو بہت پریشانی اور بے برکتی ہوتی ہے اور کسی کے سماع میں دخل نہ دے اور اس کا وقت پرانہ نہ کرے اور اس کے حالات میں تصرف نہ کرے اور لازم ہے کہ اگر قوال اچھا کلام کہے تو اس سے یہ نہ کہو کہ تم نے اچھا کلام پڑھا اور اگر ناخوش کہے تو برا بھی نہ کہو یا وہ ایسا ناموزوں شعر کہے جس سے طبیعت کو ناگواری ہو یہ نہ کہو اور دل میں اس سے غصہ نہ کرے ایسے درمیان میں نہ دیکھے سب حوالہ حق کرے اور درست ہو کر سننے اگر کسی گروہ کو، حالت سماع میں دیکھو اور اسے اس سے فائدہ نہ ہو تو یہ شرط نہیں ہے کہ اپنے صحو کے سبب ان کے سکر کا انکار کرو لازم ہے اپنے وقت کیساتھ آرام سے رہو اس سے ان کو فائدہ ہوگا اور صاحب وقت کی عزت کرو

تاکہ اس کی برکتیں اسے بھی پہنچیں۔

علی بن عثمان جلابی (سیدنا داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ) اسے زیادہ  
محبوب رکھتا ہوں کہ بتدیوں کو سماع میں نہ چھوڑیں تاکہ ان کی طبیعت  
پریشان نہ ہو کیونکہ اس میں بڑے خطرے اور بڑی آفتیں ہیں اس لیے  
کہ چھتروں اور بلند مقاموں سے عورتیں ان کو سماع کی حالت میں دیکھتی ہیں  
اور اس سبب سے سننے والوں کو شدید حجابات کا واسطہ پڑتا ہے۔  
اور لازم ہے کہ فوخیز لڑکوں کو بھی درمیان نہ بٹھائیں اور ایسا نہ ہونے دیں  
اس کے بعد ان جاہل صوفیوں سے جنہوں نے ان باتوں کو اپنا مذہب  
بنالیا ہے اور صداقت کو درمیان سے نکال دیا ہے میں خدا سے استغفار  
کرتا ہوں کیونکہ اس قسم کی آفتیں ہم جنسوں سے مجھ پر گزر چکی ہیں۔ (درر  
حق تعالیٰ سے توفیق و مدد مانگتا ہوں تاکہ میرا ظاہر و باطن آفتوں سے محفوظ  
رہے اور میں اس کتاب کے پڑھنے والوں سے وصیت کرتا ہوں کہ  
اس کتاب کے احکام کے حقوق کی رعایت رکھیں وباللہ التوفیق۔  
والحمد للہ رب العالمین والصلوة والسلام علی رسولہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین  
وسلم تسلیما کثیرا کثیرا

ختم شد